# ارمغانِ حجاز

اقبال

منظوم ترجمہ ○ مُضطر مجاز

# ارمغانِ حجاز

[اقبالؒ]

E Books
WHATSAPP GROUP
آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے
ہیں مزید اس طرح کی شان دار،
مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے
ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں
ایڈمن پینل
عبداللہ عتیق : 03478848884
سدرہ طاہر : 03340123123
حسنین سیالوی : 03056406067

منظوم ترجمہ

مُضطر مجاز

Hasnain Sialvi

(حقوق ترجمہ بحقِ مترجم محفوظ)

تاریخ اشاعت: دسمبر ۷۷ء

(بار اوّل۔ ایک ہزار)

قیمت: پندرہ روپے

سرورق: ★ طالب خوندمیری

★ زیرِ اہتمام: ذاکر اعجاز ★ طہٰ امتیاز

کتابت: محمد عبدالقادر زرّیں رقم
★ سلام خوشنویس
★ عارف الدین

طباعت: کاظمی پرنٹنگ پریس، دارالشفا۔ حیدرآباد
جے۔ رام لیتھو پرنٹرس۔ چھتہ بازار۔ حیدرآباد
طباعت سرورق: شیام پریس۔ توپ کا سانچہ۔ حیدرآباد

بہ اعانت آندھرا پردیش اردو اکیڈمی۔ حیدرآباد

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبۂ نشاۃ ثانیہ۔ معظم جاہی مارکٹ۔ حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱
۲۔ آندھرا پردیش اردو اکیڈمی، سیف آباد۔ حیدرآباد
۳۔ مظفر مجاز 21-5-16 نزحت نگر۔ حیدرآباد ۵۰۰۰۲۴

E Books
WHATSAPP GROUP

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ارمغانِ اقبالؒ

الٰہی شوخیٔ برقِ تجلّی دہ زبانم را

قبولِ خاطرِ موسیٰؑ نگاہاں کن، بیانم را

حضرت علامہؒ اقبال کی شاعری انسانی عظمت اور بے غرض خدمت کا ترانۂ عشق ہے۔ اور سو جان سے حضرت اقبالؒ "انسانِ کامل" کے فدائی ہیں۔ ان کے دل میں رسولِ محترمؐ کی غیر معمولی عقیدت و محبت کا ایک نہ اُترنے والا طوفان موجیں مارتا ہے اور ان کے دل و زبان سے بے اختیار دلوں کی گہرائی میں اُتر جانے والی حقیقتِ بیان کا یہ رُوپ اختیار کرتی ہے کہ خلق، تقدیر اور ہدایت مختلف ظہور کی ابتدائی منزلیں ہیں۔ رحمتُ للعالمینؐ کا ظہور کائنات کی پیدائش کے مقاصد کی انتہا ہے۔ جاوید نامہ میں ارشاد ہوتا ہے ؎

خلق و تدبیر و ہدایت ابتدا ست

رحمتہ للعالمینیؐ انتہا ست

رموزِ بیخودی کی آخری نظم "عرضِ حالِ مصنف بحضور رحمتہ للعالمینؐ" میں آپؐ سے خطاب کی سعادت حاصل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ کی ذاتِ بابرکات کا ظہور زندگی کا شباب

Hasnain Sialvi



ہے۔ آپؐ کا جلوہ زندگی کے خواب کی حقیقی تعبیر ہے ؎

اے ظہور تو شباب زندگی

جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

اس حقیقت محمدیؐ کے عاشق اور احسانات محمدیؐ کے عارف کے دل میں مزار محمدیؐ کی زیارت اور آپ کے دیدار کی تمنائیں جس قدر جوش مارتی ہوں گی، اس کا اندازہ کیا ہمارے دلوں کے لئے آسان ہے؟ آگے نعتِ نبیؐ میں یہ موتی بکھیرتے جاتے ہیں:۔

ایک مشت خاک تیرے ہی احسان سے فخر کائنات بن جاتا ہے

میری ساری شاعری کی جزا آپ ہی کی ایک دُعا ہے

بلند و برتر خدا کے حضور یہ دعا کیجئے کہ میرا یہ عشق عمل کے دامن سے مل جائے۔ بیشک آپ نے انسانیت کے ساتھ انتہائی دردمندی کی دولت بخشی ہے، علم دین کی یہ سمجھ بوجھ آپ ہی کی فیض بخشی کا ایک حصہ ہے۔ آپ کی دعا و توجہ سے مجھے عمل میں مضبوط بنا دیجئے۔ میں ابر نیساں کا ایک قطرہ ہوں مجھے چمکتا ہوا موتی بنا دیجئے۔

در عمل پایندہ تر گرداں مرا

آب نیسانم، گہر گرداں مرا

دل کی یہ تڑپ جب ابتدائے شاعری میں اس درجہ پر تھی تو اندازہ کیجئے کہ عمر کی آخری منزلوں اور احساسات کی ترجمانی کے کمال کے درجوں میں پہونچتے، پہونچتے کیسے انوکھے روپ اختیار کر گئی ہوگی۔ شاعر کے اس دور میں جذبات کی رنگیں نوائی اور حکمتوں کی گہرائی نے ارمغانِ حجاز کی دلکش اور دل گداز شکل اختیار کی۔

حکیم شاعر پہلے "حضور حق" کے مقامات اور التجاؤں کو قلم کے سپرد کرتا ہے۔

وہ، دل ہم بے دلوں کے لے اُڑے ہیں ؎ مثال شمع بجھ کر رہ گئے ہیں

کبھی ہم عامیوں میں بھی نکل آ ٭ کہ "خاصاں" پی کے رخصت ہو چکے ہیں

ایسا ہی ایک نازک مضمون عاشقِ رسولؐ، استاد کامل حضرت امیر مینائیؒ نے کس نزاکت اور لطافت سے التجا کے انداز میں ادا کیا ہے، حسنِ ادا کی کیسی اچھی مثال ہے۔ ؎

وہ بزمِ خاص جو دربار عام ہو جائے

امید ہے کہ ہمارا سلام ہو جائے

اقبالؔ حضورِ حق کی قرب نوازیوں سے حضور امت میں آتے ہیں۔ اس سلسلہ کی ایک اہم ترین دعوت کس قدر مختصر اور بلیغ انداز میں ترجمہ کی گئی ہے۔

احد کا عبد بن، احمدؐ کا پیرو

"انا الحق" کے محشر بپا کرنے والوں کے لئے کیا خوب انداز میں تاکید فرماتے ہیں ؎

ضروری ہے سزا گر فرد بولے

اگر ملت کہے، پروا نہیں ہے

یہ رواں دواں ترجمے کی کیسی اثر پیدا کرنے والی مثال ہے۔

کرے شرح انا الحق اس کی ہمت

ہر اک "کن" کیلئے اس کے "یکون" ہے

یوں تو ایک زبان سے دوسری زبان کے محاورات میں ادبی شاہکاروں کا عام فہم اور دل نشین ترجمہ نہایت کٹھن کام ہے۔ شاعری کے جواہر پاروں کی غیر زبان میں ترجمانی اور بھی مشکل ہوتی ہے۔

جب شاعر اقبالؒ جیسا حکیم و فلسفی اور نازک خیال، ماہر فن جمالیاتی آرٹسٹ ہو تو پھر راستے کا کانٹوں بھرا ہونا ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ عرصہ ہوا۔ حضرت علامہؒ کے آخری دورِ حیات میں مجھے شوق ہوا کہ رموزِ بیخودی کا انگریزی میں ترجمہ کروں۔ اس وقت تک اس کتاب کا انگریزی میں کوئی ترجمہ نہ ہوا تھا۔ رموزِ بیخودی کو سمجھے بغیر ان کے فلسفۂ خودی کے

بیچیے اچھے اچھے ٹھوکریں کھا رہے تھے ان دنوں بھوپال کے دار الاقبال میں حکیم امتؒ قیام فرما تھے۔ علیل ہونے کے باوجود یہ جواب دیا کہ انھیں ترجمہ کی اجازت میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن ترجمہ کی مشکلات مترجم کا دل توڑنے کے لئے کافی ہیں

اقبال نامہ میں چھپے ہوئے ایک خط میں ترجمانی اور مصوری دونوں پر یکساں صادق آنے والا یہ اصول حضرت علامہؒ نے لکھا ہے کہ

"اس کے لئے پوری مہارتِ فن کے علاوہ الہام الہٰی اور صرف کثیر کی ضرورت ہے"۔ خدا کا شکر ہے جناب مضطر الہام کی نعمت بھی رکھتے ہیں اور طباعت کے انتظام کی مجھ کو خوش خبری بھی سنائی ہے۔ خدا کرے یہ زور اور زر دونوں برابر بڑھتے رہیں۔ ترجمہ کی ان تلخ حقیقتوں کو نظر کے سامنے رکھ کر، ذرا ہمارے باذوق شاعر مترجم جناب مضطر مجاز صاحب کی بے تابیٔ دل کو دیکھئے کہ مشرق کی مظلوم اور محروم قوموں کے نام فرض شناسی کے اقبالی[1] پیام کے اردو میں ترجمہ کے بعد "ارمغانِ حجاز" کا ترجمہ پورا کر لیا۔ وہ اس کام کے لئے مضطر بھی ہیں اور صلاحیت کے لحاظ سے مجاز بھی ہیں۔

ہمت کو شناوری مبارک ✤ پیدا نہیں بحر کا کنارا

(بالِ جبریل)

یہ ان کے ذوق اور شوق دونوں کی بڑی کامیابی ہے کہ اکثر جگہ ان کا ترجمہ اصلی روحِ شعر کو اردو کے سنہرے روپ میں روانی کے ساتھ حسنِ ادا کے اکثر لوازم کے ساتھ پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ قطعہ پڑھ لیجئے۔

عجب کچھ یہ مقاماتِ نوا ہیں
نہ سمجھا یہ کسی نے میں کہاں ہوں
اسی صحرا میں ڈالا۔ میں نے ڈیرا
اسی کی خلوتوں میں نغمہ خواں ہوں

[1] طلوعِ مشرق۔ علامہ اقبال کی مثنوی "پس چہ باید کرد" کا منظوم اردو ترجمہ ——— از: مضطر مجاز

ہزار کوششوں پر بھی فارسی تشبیہوں اور ترکیبوں کا ایسا بدل کرنا ناممکن ہے، جو فارسی سے ناآشنا اُردو جاننے والوں کے آجکل کے نیچے معیار پر پورا اُتر سکے۔ کہیں کہیں ترجمہ میں نئی ترکیبیں اور نئی تشبیہیں استعمال کی گئی ہیں مثلاً ذیل کی رباعی میں زندہ سجدوں کی ترکیب تراش کر اپنے اخلاص اور دل کی گرمی کو خوب دل افروز بنایا ہے۔

زبانِ خلق بھی کیا چل رہی تھی
مگر میں نے زباں کھولی نہ اپنی
کہ میرے زندہ سجدوں سے ہے ظاہر
مرا اخلاص، میرے دل کی گرمی

مشہور قطعہ ؎ سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید' کا ترجمہ بے ساختہ ہے۔

اسی طرح ؎ ندانم تا کجا ویرانہ را ❊ دہی از خونِ آدم رنگ و آبے

کا ترجمہ ؎ نہیں معلوم یہ ویرانہ کب تک ❊ رہے گا آدمی کے خوں سے رنگیں

بہترین ترجمہ کی مثال ہے۔

اس محنت دل کے باوجود کسی کسی جگہ ترجمانی بھرپور نہیں ملتی اور ثقیل ترکیبیں آجاتی ہیں جیسے ؎

گناہ عشق و مستی کر دیا عام ❊ دلیلِ پختگاں ثابت ہوئی خام
حجازی لے میں ہوں میں نغمہ پیرا ❊ ہوئی جاتی ہے مے زینت دہ جام

دلیلِ پختگاں اور زینت دہ جام جیسی ترکیبوں کو اُردو کہنا میرے جیسے فارسی کے طالب علم کے لئے ہی مشکل ہے تو اُردو کے موجودہ قحط کے مارے ہوئے ہم زبانوں کے لئے کس قدر امتحان کا سامنا ہوگا، مگر یہ مترجم کی مجبوری ہے۔ اس میدان میں میری ذاتی رائے مشق اور تجربہ کے بعد یہی ہے کہ ایسی کتابوں کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں نہایت فصیح آزاد نثر میں ہونا چاہیئے اور جہاں کہیں بے ساختہ ترجمانی نظم میں ہو جائے، وہاں ترجمہ منظوم کیا جائے۔

مقامات میں حسبِ ضرورت ترکیبیں بھی بدلی جاسکتی ہیں اور تشبیہیں بھی۔ بعض ایسی صورتیں بھی شاذ و نادر ممکن ہو جاتی ہیں کہ ترجمہ اصل سے بہتر ہو جاتا ہے، جیسے "احد کا عبد بن، احمد کا پیرو" میں نے شاذ کسی لفظ کی تصحیح کی بھی تجویز کی ہے جیسے مضطر صاحب نے "خدا رکھے" ترجمہ کیا تھا۔ میں نے خدا بخشے بہتر سمجھا۔ اس میں اقبال کے طنز کا نشتر زیادہ اثر کرتا محسوس ہوتا ہے۔

اقبالؒ کی فطرت غیر معمولی قدر داں اور احسان شناس ہے یہ انسانیت کی بہت بڑی خوبی ہے، حضرت رحمت کاملؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ من لم یشکر الناس، لم یشکر اللہ۔ اقبالؒ اسی جذبہ کے اظہار میں اپنے معنوی مرشد رومیؒ کو نہیں بھولتے، کئی قطعے ان کی فیض رسانی کے شکریہ میں ارمغانِ حجاز کے صفحوں کی زینت بنائے ہیں ؎

وہی مئے جام میں پھر ڈال اپنے ؛ ہے اک جام اس کا افزوں مُلکِ جم سے
جلال الدین رومیؒ کے سخن سے ؛ حریمِ دل کی دیواریں سجالے

میں سخن سنجی کے ان مختصر اشارات کو اقبال ہی کی ایک زبورِ عجم کی فارسی دُعا کے اپنے اُردو منظوم ترجمہ پر، دل کے ہاتھ اُٹھاتے ہوئے ختم کرتا ہوں، رُوحِ مضطر بھی میرے ساتھ ہے۔

یا رب ترے گدا کو دلِ باخبر ملے ؛ نشے کو مئے میں دیکھ سکے، وہ نظر ملے
نکلا ہوں طائرانِ حرم کے شکار کو ؛ تیرِ نظر سا تیر کوئی کارگر ملے
کرنا ہے گر حریف یمِ بیکراں ہمیں ؛ پھر اضطرابِ موج و سکونِ گہر ملے

روشن ہو نورِ نغمۂ داؤد سے یہ خاک
ہر ذرہ کو مرے پر و بالِ شرر ملے

•

ڈاکٹر غلام دستگیر رشید
سابق صدر شعبۂ فارسی، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد

*Hasnain Sialvi*

# حضورِ حق

خوش آں راہی کہ سامانے نگیرد
دلِ او پندِ یاراں کم پذیرد !
بہ آہِ سوز ناکش سینہ بکشائے
زیک آہش غمِ صد سالہ میرد

خوشا راہی کہ ہے بے سازو ساماں
اثر جس پر کرے کم پندِ یاراں
کرے سینہ کشائی آہ جس کی
دو صد غم سوز اک اس کی آہِ سوزاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

# حضورِ حق

(۱)

دل ما بے دلاں بُردند و رفتند
مثالِ شعلہ افسردند و رفتند
بیا یک لحظہ با عاماں بیامیز
کہ خاصاں بادہ ہا خوردند و رفتند

وہ، دل ہم بیدلوں کے لے اڑے ہیں
مثالِ شعلہ بجھ کر رہ گئے ہیں
کبھی ہم عامیوں میں بھی نکل آ!
کہ خاصاں پی کے رخصت ہو چکے ہیں

سخن با رفت از بود و نبودم
من از خجلت لبِ خود کم کشودم
سجودِ زندہ مرداں می شناسی
عیارِ کارِ من گیر از سجودم!

زبانِ خلق بھی کیا چل رہی تھی
مگر میں نے زباں کھولی نہ اپنی
کہ میرے زندہ سجدوں سے ہے ظاہر
مرا اخلاص، میرے دل کی گرمی!

دلِ من در کُشادِ چون و چند است
نگاہش از مہ و پرویں بلند است
بدہ ویرانہ در دوزخ او را!
کہ ایں کافر بسے خلوت پسند است

کُشادِ چند و چوں میں دل ہے میرا
نگہ ہے برتر از اوجِ ثریّا
اُسے ویرانہ اک دوزخ میں دیدے
کہ یہ کافر ہے تنہائی کا جُویا!

چہ شور است ایں کہ در آب و گل افتاد
زیک دل عشق را صد مشکل افتاد
قرارِ یک نفس بر من حرام است
بہ من رحمے کہ کارم با دِل افتاد

عجب ہے شور میری آب و گل میں
اِس اک دل نے اٹھائے لاکھ فتنے
قرارِ یک نفس مجھ کو نہیں ہے!
کہ مجھکو آ پڑا ہے کام دِل سے

جہاں از خود بروں آوردۂ کیست؟
جمالش جلوۂ بے پردۂ کیست؟
مرا گوئی کہ از شیطاں حذر کن
بگو با من کہ او پروردۂ کیست؟

جہاں آخر ہے پیدا کردہ کس کا؟
ہے اسکا جلوۂ بے پردہ کس کا؟
ترا کہنا ہے شیطان سے حذر کر
بتا مجھ کو وہ ہے پروردہ کس کا؟

(۲)

دلِ بے قیدِ من در پیچ و تابے ست
نصیبِ من عتابے با خطابے ست
دلِ ابلیس ہم نتوانم آزرد!
گناہِ گاہ گاہ من صوابے ست

مرے دل کو ملی ہے ناصبوری
مری قسمت میں قربت ہی کہ دوری؟
مجھے شیطاں کا بھی ہے پاسِ خاطر
گناہِ گاہ گاہ بھی ہے ضروری

صُبِّنتِ الکاسُ عَنّا اُمِّ عمرو
وکانَ الکاسُ مجراھا الیمینا!
اگر این است رسمِ دوستداری
بدیوارِ حرم زن جام و مینا

صُبِّنتِ الکاسُ عَنّا اُمِّ عمرو
وکان الکاس مجراھا الیمینا!
یہی ٹھہری جو رسمِ دوستداری
اٹھا کر پھینک دے سب جام و مینا

بخود پیچیدگان در دل اسیرند
ہمہ دردانہ و درماں ناپذیرند
سجود از ما چہ می خواہی کہ شاہاں
خراجے از دہِ ویراں نگیرند

اسیرِ دردِ دل ہیں اہلِ حرماں
سراپا درد اور بے ذوقِ درماں
نہ کر سجدہ طلب ہم سے کہ سلطاں
نہیں لیتے خراجِ دیہہِ ویراں

روم راہے کہ اورا منزلے نیست
ازاں تخمے کہ ریزم حاصلے نیست
من از غم ہا نمی ترسم، ولیکن
مدہ آں غم کہ شایانِ دلے نیست

خدا جانے کہاں ہے میری منزل
مرا حاصل نہ جانے کب عیاں ہو
غموں سے میں نہیں ڈرتا، ولیکن
وہ غم دے دل کے جو شایانِ شاں ہو!

مئے من از تنک جاماں نگہ دار
شراب پختہ از خاماں نگہ دار
شرر از نیستانے دور تر بہ
بخاصاں بخش و از عاماں نگہ دار

تنک پیمانہ یاروں سے بچا کر
تہی دل بادہ خواروں سے بچا کر
عطا خاصانِ مے خانہ کو فرما
مری مے، خام کاروں سے بچا کر

ترا ایں کشمکش اندر طلب نیست
ترا ایں درد و داغ و تاب و تب نیست
ازاں از لامکاں بگریختم من
کہ آں جا نالہ ہائے نیم شب نیست

کشاکش ہے نہ کچھ ذوقِ طلب ہے
نہ سوز و درد و داغ و تاب و تب ہے
بالآخر میں نے چھوڑا لامکاں کو
کہ نالے ہیں نہ آہِ نیم شب ہے

زِ من ہنگامہ دہ ایں جہاں را
دگرگوں کن زمین و آسماں را
زِ خاکِ ما دگر آدم بر انگیز
بکُش ایں بندۂ سود و زیاں را

بنا ہنگامہ پرور اس جہاں کو
دگرگوں کر زمین و آسماں کو!
کر اس مٹی سے پیدا آدمِ نو
ہٹا اس بندۂ سود و زیاں کو!

جہانے تیرہ تر با آفتابے
صواب او سراپا ناصوابے
ندانم تا کجا ویرانہ را
دہی از خونِ آدم رنگ و آبے

تجلی بھی ہے اس کی ظلمت آئیں
کہ سب یکساں ہیں اسکے تلخ و شیریں
نہیں معلوم یہ ویرانہ کب تک
رہے گا آدمی کے خوں سے رنگیں!

غلامم جز رضائے تو بجویم
جز آں راہے کہ فرمودی نپویم
ولیکن گر بہ ایں نادان بگوئی
خرے را اسپِ تازی گو، نگویم

رضا میں تیری کرتا ہوں جگر خوں
ترے ہی راستہ پر گامزن ہوں
مگر مجھ سے اگر تو چاہتا ہے
کہ خر کو اسپ تازی کہہ! نہ بولوں!

(۳)

دلے در سینہ دارم بے سرورے
نہ سوزے در کفِ خاکم نہ نورے
بگیر از من کہ بر من بارِ دوش است
ثوابِ ایں نمازِ بے حضورے!

نہ تاب و تب نہ نور! استغفر اللہ
نہ کچھ سوز و سرور! استغفر اللہ
ثواب اس کا تو مجھ پر بوجھ ہے اک
نمازِ بے حضور! استغفر اللہ

چہ گویم قصۂ دین و وطن را
کہ نتواں فاش گفتن ایں سخن را
مرنج از من کہ از بے مہریِ تو
بنا کردم ہمان دیرِ کہن را

کہوں کیا داستاں دین و وطن کی
کہ اب طاقت نہیں مجھ میں سخن کی
تری بے مہریوں سے عاجز آکر
بنا ڈالی اُسی دیرِ کہن کی!

مسلمانے کہ در بندِ فرنگ است
دلش در دستِ او آساں نیاید!
ز سیمائے کہ سودم بر درِ غیر
سجودِ بوذرؓ و سلمانؓ نیاید

یہ تہذیب فرنگی کا گرفتار
دل اسکے ہاتھ آئے کس طرح سے
درِ اغیار پر جھکتا ہو جو سر
سجودِ بوذرؓ و سلمانؓ نہ جانے

نخواہم ایں جہاں و آں جہاں را
مرا ایں بس کہ دانم رمزِ جاں را
سجودے دہ کہ از سوز و سرورش
بوجد آرم زمین و آسماں را

نہ اس دنیا نہ اُس دنیا کا خواہاں
کہ مجھ پر فاش ہیں اسرارِ پنہاں
عطا کر مجھ کو وہ پر سوز سجدہ
کہ جھوم اٹھیں زمین و چرخِ گرداں

چہ می خواہی ازیں مردِ تن آسائے
بہر بادے کہ آمد رفتم از جائے
سحر جاوید را در سجدہ دیدم
بصبحش چہرۂ شامم بیارائے

کرے کیا آہ! یہ مردِ تن آساں
ہر اک جھونکے پہ ہو جاتا ہوں لرزاں
نظر آیا سحر سجدہ میں جاوید
ہو مری شام سے صبح اسکی رخشاں

(۴)

بہ آں قوم از تو می خواہم کشادے
فقیہش بے یقینے، کم سوادے
بسے نادیدنی را دیدہ ام من
'مرا اے کاش کہ مادر نہ زادے'

(سعادم)
کشاد اس قوم کی چاہی ہے میں نے
کہ بے سوزِ یقیں ہیں شیخ جس کے
بہت نادیدنی دیکھے مناظر
"جہاں میں کاش پیدا ہی نہ ہوتے"

(ردد)

نگاہِ تو عتاب آلود تا چند
بتانِ حاضر و موجود تا چند
دریں بت خانہ اولادِ براہیمؑ
نمک پروردۂ نمرود تا چند

نگہ تیری عتاب آلود کب تک؟
بتانِ حاضر و موجود کب تک؟
بتا تو ہی کہ اولادِ براہیمؑ
نمک پروردۂ نمرود کب تک؟

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید؟
نسیمے از حجاز آید کہ ناید؟
سر آمد روزگارِ ایں فقیرے
دِگر دانائے راز آید کہ ناید؟

سُرودِ رفتہ پھر آئے نہ آئے؟
کہ پھر بادِ حجاز آئے نہ آئے؟
اب آپہونچا ہے میرا وقتِ آخر
پھر اک دانائے راز آئے نہ آئے؟

اگر می آید آں دانائے رازے
بدہ او را نوائے دل گدازے
ضمیرِ امتاں را می کند پاک
کلیمے یا حکیمے نے نوازے

اگر دانائے راز آ جائے کوئی
تو پہونچا دے نوا اس کو یہ میری
کہ کرتی ہے ضمیرِ امتاں پاک
بہ حکمت نے نوازی یا کلیمی!

(۵)

متاعِ من دلِ درد آشنائے ست
نصیبِ من فغانِ نارسائے ست
بخاکِ مرقدِ من لالہ خوش تر
کہ ہم خاموش وہم خونیں نوائے ست

مری دولت دلِ درد آشنا ہے
مری قسمت فغانِ نارسا ہے
مرے مرقد پہ یہ لالہ ہے خوشتر
کہ ہے خاموش اور خونیں نوا ہے

دل از دستِ کسے بُردن نہ داند
غم اندر سینہ پروردن نہ داند
دمِ خود را دمیدی اندر ان خاک
کہ غیر از خوردن و مردن نہ داند

کسی کا تو نے دل لینا نہ سیکھا
غموں کو زندگی دینا نہ سیکھا
بجز اس خوردن و مردن[1] کے تو نے
جہازِ زندگی کھینا نہ سیکھا

دلِ ما از کنارِ ما رمیدہ
بہ صورت ماندہ و معنی ندیدہ
زِ ما آں راندۂ درگاہ خوش تر
حق او را "دیدہ" و ما را "شنیدہ"

ہمارا دل تو ہم سے ہے رمیدہ[2]
کہ صورت بیں ہے اور معنی ندیدہ
کہ ہم سے راندۂ درگہ[3] وہ اچھا
حق اس کا "دیدہ" اور اپنا "شنیدہ"

---

[1] کھانا اور مرجانا [2] دور بھاگنے والا [3] ابلیس

نہ داند جبرئیل ایں ہائے و ہو را
کہ نشناسد مقامِ جستجو را
بپرس از بندۂ بے چارہ خویش
کہ داند نیش و نوشِ آرزو را

نہ سمجھے جبرئیل اس ہائے و ہو کو
وہ کیا جانے مقامِ جستجو کو!
ذرا پوچھ اپنے بندہ سے کبھی تو
سرورِ نیش و نوشِ آرزو کو

شبے ایں انجمن آراستم من
چو مہ از گردشِ خود کاستم من
حکایت از تغافل ہائے تو رفت
ولیکن از میاں برخاستم من

منوّر شب یہ کرتا جا رہا ہوں
مثالِ ماہ میں گھٹنے لگا ہوں
چلی تیرے تغافل کی حکایت
مگر میں درمیاں سے اُٹھ چکا ہوں

چنیں دور آسماں کم دیدہ باشد
کہ جبریلِ امیں را دل خراشد
چہ خوش دیرے بنا کردند آں جا
پرستد مومن و کافر تراشد

نہ دیکھا ہوگا دور ایسا فلک نے
کہ ہو جبریل کی بھی دل خراشی
اِدھر مومن خراب بت پرستی
اُدھر کافر ہے محوِ بت تراشی

(٦)

عطا کن شورِ رومیؒ سوزِ خسروؒ
عطا کن صدق و اخلاصِ سنائیؒ
چناں با بندگی در ساختم من
نہ گیرم گر مرا بخشی خدائی

عطا کر شورِ رومیؒ سوزِ خسروؒ
عطا کر صدق و اخلاص سنائیؒ
کچھ اتنا مجھ میں سوزِ بندگی ہے
نہ لوں گر تو مجھے بخشے خدائی

(۷)

مسلماں فاقہ مست و ژندہ پوش است
زِ کارش جبرئیل اندر خروش است
بیا نقشِ دگر ملت بہ ریزیم!
کہ ایں ملت جہاں را بارِ دوش است

خروشندہ ہے جبریلِ امیں بھی
مسلماں فاقہ مست و خوار ہے اب
اٹھ اک نقشِ دگر رکھیں کہ یہ قوم
جہاں کے دوش پر اک بار ہے اب

دگر ملت کہ کارے پیش گیرد
دگر ملت کہ زش از نیش گیرد
نگردد با یکے عالم رضامند
دو عالم را بدوشِ خویش گیرد

نئی اک قوم جو مستِ عمل ہو
کہ جس کو زہر بھی تریاک اثر ہو
نہ ہو جو ایک عالم پر رضامند
دو عالم کو لئے جو دوش پر ہو!

دگر قومے کہ ذکرِ لا الٰہش
بر آرد از دلِ شب صبح گاہش
شناسد منزلش را آفتابے
کہ ریگِ کہکشاں روید ز راہش

وہ ملت جس کے ذکرِ لا الٰہ سے
سویرا اک دلِ شب سے عیاں ہو
کہ جس کی آفتابوں میں ہو منزل
پڑی قدموں میں ریگِ کہکشاں ہو

(۸)

جہانِ تست در دستِ خسے چند
کمانِ او بہ بندِ ناکسے چند
ہنر ور در میان کارگاہاں
کشد خود را بہ عیشِ کرگسے چند

جہاں تیرا ہے کم ظرفوں کے بس میں
لئے بیٹھے ہیں جس کو چند ناکس
ہنرور ہے یہاں وہ مردِ مظلوم
چبا جاتے ہیں جس کو چند کرگس

مریدے فاقہ مستے گفت باشیخ
کہ یزداں رازِ حالِ ما خبر نیست
بہ ما نزدیک تر از شہ رگِ ماست
ولیکن از شکم نزدیک تر نیست

مریدِ فاقہ مست اک کہہ رہا تھا
کہ یزداں سخت بے پروا ہے ہم سے
اگرچہ ہے وہ شہ رگ سے بھی نزدیک
نہیں نزدیک تر، لیکن شکم سے

(۹)

دگرگوں کشورِ ہندوستان است
دگرگوں ایں زمین و آسمان است
مجو از ما نمازِ پنجگانہ!
غلاماں را صف آرائی گران است

دگرگوں کشورِ ہندوستاں ہے
دگرگوں یہ زمین و آسماں ہے
پڑھیں کیونکر نمازِ پنجگانہ
غلاموں کو صف آرائی گراں ہے

زِ محکومی مسلماں خود فروش است
گرفتارِ طلسمِ چشم و گوش است
زِ محکومی رگاں در تن چناں سست
کہ مارا شرع و آئیں بارِ دوش است

غلامی سے ہے مومن بے دل و دیں
گرفتارِ طلسمِ وہمِ رنگیں
بنایا ہم کو جس نے اتنا کاہل
کہ ہے اک بوجھ ہم پر شرع و آئیں

(۱۰)

یکے اندازہ کن سود و زیاں را
چو جنت جاودانی کن جہاں را
نمی بینی کہ ما خاکی نہاداں
چہ خوش آراستیم ایں خاکداں را

ذرا اندازۂ سود و زیاں کر!
جہاں کو مثلِ جنّت جاوداں کر
سنواری ہے یہ دنیا ہم نے کیسی
نظر تو اے خدائے دو جہاں کر

تو می دانی حیاتِ جاوداں چیست
نمی دانی کہ مرگِ ناگہاں چیست
زِ اوقاتِ تو یک دم کم نہ گردد
اگر من جاوداں باشم زیاں چیست

تجھے حاصل حیاتِ جاودانی
کبھی دیکھی نہ مرگِ ناگہانی
ترا نقصاں ہی کیا تھا اس میں آخر
اگر یا رب! نہ ہوتا میں بھی فانی

(۱۱)

بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر
شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہؐ مارا
حسابِ من زِ چشمِ اُو نہاں گیر

فنا جس وقت ہو گا عالمِ پیر
عیاں جب ہو گی ہر پوشیدہ تقدیر
نہ کرنا پیشِ خواجہؐ ہم کو رسوا
چھپانا اُس کی نظروں سے یہ تصویر

بدن واماند وجانم در تگ و پوست
سوئے شہرے کہ بطحا در رہِ اوست
تو باش ایں جا و با خاصاں بیامیز
کہ من دارم ہوائے منزلِ دوست

بدن ہے خستہ اور جاں میں لبی ہے
وہ نگری جس کے رستے میں بطحا
خوشی سے اپنی محفل تو سجا لے
مجھے تو دوست کا اپنے ہے سودا!

ے ۱ یعنی مدینہ منورہ ے ۲ مکہ معظمہ

# حضورِ رسالتؐ

"ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا"

(عزت بخاری)

ادب گہ ہے یہ زیرِ آسماں خود عرش سے نازک
جنیدؒ و بایزیدؒ اکثر یہاں دم سادھے آتے ہیں

# حضور رسالتؐ

(۱)

الا یا خیمگی خیمہ فروہل
کہ پیش آہنگ بیروں شد زِ منزل
خرد از راندنِ محمل فرو ماند
زمامِ خویشس دادم درکفِ دل

اٹھ اے خیمہ نشیں! اب چھوڑ خیمہ
کہ کب کی چھوڑ دی رہبر نے منزل
زمام اپنی تھما دی میں نے دل کو
خرد سے چل نہیں سکتا یہ محمل

نگاہے داشتم بر جوہرِ دل
تپیدم، آرمیدم در برِ دل
رمیدم از ہوائے قریہ و شہر
بہ بادِ دشت واکردم درِ دل

کیا میں نے نشیمن اپنے دل میں
نگہ میری ہے سوئے جوہرِ دل
نہ راس آئی یہ بادِ قریہ و شہر
ہوائے دشت پر کھولا درِ دل

ندانم دل شہید جلوۂ کیست
نصیب او قرارِ یک نفس نیست
بصحرا بردمش افسردہ ترگشت
کنارِ آبجوئے، زار بگریست

یہ دل بھی ہے شہیدِ جلوہ کس کا؟
قرار اک پل کو بھی اس نے نہ دیکھا
کنارِ آب جو ہے اشک افشاں
تو ہوجاتا ہے صحرا میں فسردہ!

میرس از کاروانِ جادہ مستاں
زِ اسبابِ جہاں برکندہ دستاں
بجانِ شاں زِ آوازِ جرس شور
چو از موجِ نسیمے در نیستاں

عجب ہے جلوہ مستوں کا بھی عالم
جہاں سے ہیں سدا جو ہاتھ اُٹھائے
یہ آوازِ جرس ہے اُن کے حق میں
نیستاں سے صبا جسطرح گذرے

بہ ایں پیری رہِ یثرب گرفتم
نوا خواں از سرورِ عاشقانہ
چو آں مرغے کہ در صحرا سرِ شام
کُشاید پر بہ فکرِ آشیانہ

بہ ایں پیری رواں ہوں سوئے یثرب
نواگر ہے سرورِ عاشقانہ
بوقتِ شام جیسے کوئی طائر
کرے صحرا میں فکرِ آشیانہ

( ۲ )

گناہِ عشق و مستی عام کردند
دلیلِ پختگاں را خام کردند
بہ آہنگِ حجازی می سرایم
نخستیں بادہ کاندر جام کردند

گناہِ عشق و مستی کر دیا عام
دلیلِ پختگاں ثابت ہوئی خام
حجازی لَے میں ہوں میں نغمہ پیرا
اسی مئے سے ہے روشن یہ مرا جام

چہ پرسی از مقاماتِ نوایم
ندیماں کم شناسند از کجا ایم
کشادم رختِ خود را اندریں دشت
کہ اندر خلوتش تنہا سرایم

عجب کچھ یہ مقاماتِ نوا ہیں
نہ سمجھا یہ کسی نے میں کہاں ہوں
اسی صحرا میں ڈالا میں نے ڈیرا
اسی کی خلوتوں میں نغمہ خواں ہوں

(۳۱)

سحر با ناقہ گفتم نرم تر رو
کہ راکب خستہ بیمار و پیر است
قدم مستانہ زد چنداں کہ گوئی
بہ پایش ریگ ایں صحرا حریر است

کہا ناقہ سے میں نے نرم تر چل
کہ راکب ہے ترا بیمار و بے کل
قدم مستانہ یوں رکھا کہ گویا
تہہِ پا ریت ہے اک فرشِ مخمل

مہار اے ساربان او را نشاید
کہ جانِ او چو جانِ ما بصیر است
من از موجِ خرامش می شناسم
چو من اندر طلسمِ دل اسیر است

مہار اے سارباں! کیوں اسکو آخر
مری صورت ہے روشن جان اس کی
ہویدا چال سے ہے؛ میری مانند
گرفتارِ طلسمِ دل ہے وہ بھی!

نم اشک است در چشمِ سیاہش
دلم سوزد زِ آہِ صبح گاہش!
ہمان مئے کو ضمیرم را برافروخت
پیاپے ریزد از موجِ نگاہش

نم اس کی آنکھ میں ہے اور مرا دل
ہے سوزاں اس کی آہِ صبح گہہ سے
وہی مئے جس سے روشن ہے مرا دل
مسلسل گر رہی ہے اُس نگہہ سے!

(۴)

چہ خوش صحرا کہ در وے کارواں ہا
درُودے خواند و محمل براند
بریگِ گرمِ اُو آور سجُودے
جبیں را سوز تا داغے بماند

خوشا یہ دشت جس سے ہو کے ہر دم
گذرتے رہتے ہیں محمل ثنا خواں
کر اس تپتے ہوئے صحرا میں سجدے
کہ رہ جائے جبیں پر داغِ سوزاں!

چہ خوش صحرا کہ شامش صبح خنداست
شبش کوتاہ و روزِ اُو بلند است
قدم اے راہرو! آہستہ تر نہ
چو ما ہر ذرّۂ او درد مند است

یہاں کی شام بھی رشکِ سحر ہے
دراز اس کا ہے دن، شب مختصر ہے
قدم اے راہرو! آہستہ رکھنا
مری صورت دکھی ہر رہ گذر ہے

(۵)

امیرِ کارواں! آں اعجمی کیست؟
سرودِ اُو بہ آہنگِ عرب نیست
زند آں نغمہ کز سیرابی اُو
خنک دل در بیابانے تواں زیست

امیر کارواں! ہے کون یہ شخص؟
حجازی لَے نہیں اس اعجمی کی
بیابانوں میں اس کے زمزموں سے
پہونچتی ہے دلوں کو کتنی خنکی!

مقامِ عشق و مستی منزلِ اوست
چہ آتش ہا کہ در آب و گلِ اوست
نوائے اُو بہ ہر دل سازگار است
کہ در ہر سینہ قاشے از دلِ اوست

مقامِ عشق و مستی اس کی منزل
کہ آتش بار اُس کی آب و گِل ہے
ہر اک دل ہے نوا کا اُس کی مشتاق
ہر اک سینہ میں اس کی قاشِ دل ہے

(۶)

غمِ پنہاں کہ بے گفتن عیان است
چو آید برزباں یک داستان است
رہے پر پیچ و راہی خستہ وزار
چراغش مردہ و شب درمیان است

غمِ پنہاں بہ ہر صورت عیاں ہے
زباں پر آئے تو اک داستاں ہے
کہ رہ پُرپیچ ہے اور خستہ راہی
دِیا خاموش اور شب درمیاں ہے

○

بہ راغاں لالہ رُست از نوبہاراں
بہ صحرا خیمہ گستردند یاراں
مرا تنہا نشستن خوشتر آید
کنارِ آب جوئے کوہساراں

بہاروں کے اڑے ہر سو پھریرے
بیابانوں میں ڈالے سب نے ڈیرے
اکیلے بیٹھنا جا کر لبِ جو
پسند آیا ہے لیکن دل کو میرے

○

(۷)

گہے شعرِ عراقیؔ را بخوانم
گہے جامیؔ زند آتش بجانم
ندانم گرچہ آہنگِ عرب را
شریکِ نغمہ ہائے سار بانم

عراقیؔ کا کبھی افسانہ خواں ہوں
کبھی جامیؔ سے میں آتش بجاں ہوں
نہ جانا گرچہ آہنگِ عرب کو
شریکِ نغمہ ہائے ساریاں ہوں

○

غمِ راہی نشاط آمیز تر کن
فغانش را جنوں انگیز تر کُن
بگیر اے سارباں راہِ درازے
مرا سوزِ جدائی تیز تر کُن

غمِ راہی نشاط آمیز کردے
فغاں اُس کی جنوں انگیز کردے
چلا چل دور کے رستہ سے رہبر
مرا سوزِ جدائی تیز کردے

(۸)

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم
من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم
بپائے خواجہ چشماں را بمالیم

اٹھ اے ہمدم کہ باہم مل کے روئیں
کہ ہم شانِ جمالی پر فدا ہیں
کہیں دو حرف میں افسانۂ دل
ملیں سرکارؐ کے تلووں سے آنکھیں!

○

حکیماں را بہا کمتر نہادند
بناداں جلوۂ مستانہ دادند
چہ خوش بختے، چہ خرّم روزگارے
درِ سلطاں بدرویشے گشادند

خرد مندوں سے مطلب ہی نہ رکھا
دِکھایا جلوہ نادانوں کو اپنا
یہ خوش بختی یہ خوش وقتی ہماری
درِ سلطاں ہوا درویش پر وا!

○

جہانِ چار سُو اندر برِ من
ہوائے لامکاں اندر سرِ من
چو بگزشتم ازیں بامِ بلندے
چو گرد افتاد پرواز از پرِ من

جہانِ چار سُو ہے میرے اندر
ہوائے لامکاں ہے میرے سر میں
چھُٹی جب مجھ سے یہ بالا نشینی
رہی طاقت نہ میرے بال و پر میں

دریں وادی زمانی جاودانی
زِ خاکش بے صُور روید معانی
حکیماں با کلیماں دوش بردوش
کہ ایں جا کس نگوید "لن ترانی"

زمانی بھی یہاں ہے جاودانی
یہاں بے حرف پیدا ہیں معانی
خرد مند اور دیوانے ہیں ہمدوش
نہیں لب پر کسی کے "لن ترانی"

Hasnain Sialvi



(۹)

مسلماں آں فقیرِ کج کُلا ہے
رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد، چرا نالد؟ نہ داند!
نگاہے! یا رسول اللہ! نگاہے!

مسلماں، اس فقیر کج کلہ کے
گیا سینے سے سوزِ آہ دیکھو
دل اُس کا رو رہا ہے، کیوں؟ نہ جانے
نظر ہو یا رسول اللہؐ، نظر ہو!

○

تب و تابِ دل از سوزِ غمِ تُست
نوائے من زِ تاثیرِ دمِ تُست
بنالم زانکہ اندر کشورِ ھند
ندیدم بندہ‌ئے کو محرمِ تُست

یہ تاب و تب ہے تیرے غم کی تنویر
نوا میری، نفس کی تیرے تاثیر
مجھے غم ہے، ترا ھندوستاں میں
کوئی محرم نہیں ہے، وائے تقدیر!

○

شبِ ہندی غلاماں را سحر نیست
بہ ایں خاک آفتابے راگذر نیست
بہ ما کن گوشۂ چشمے کہ در شرق
مسلمانے زِ ما بیچارہ تر نیست

ہماری شب سحر پرورد نہیں ہے
کہ اس پر پرتوِ خاور نہیں ہے
نظر ہو اک کہ اب مشرق میں مولا
کوئی ہم سے پریشاں تر نہیں ہے

○

چہ گویم زاں فقیرے دردمندے
مسلمانے بگوہر ارج مندے
خدا ایں سخت جاں را یار بادا!
کہ افتاد است از بامِ بلندے

کہوں کیا اُس کا حال احوال کیا ہے
مسلماں جس کی منزل کبریا ہے
خدا حافظ ہے اب اس سخت جاں کا
بڑی اونچائی سے وہ گر پڑا ہے

چساں احوالِ او ز ابرلب آرم
تو می بینی نہان و آشکارم
زِ رُوداد دوصد سالش ہمیں بس
کہ دل چون کندۂ قصّاب دارم

کہوں کیا اس کا احوالٔ اس کی مشکل
سب اپنا حال ہے تیرے مقابل
یہی رُوداد دو سو سال کی ہے
کہ مثلِ کندۂ قصاب ہے دل!

ہنوز ایں چرخِ نیلی کج خرام است
ہنوز ایں کارواں دوُر از مقام است
زِ کارِ بے نظامِ اوٗ چہ گویم
تو می دانی کہ ملّت بے امام است

ابھی یہ چرخ کج رفتار ہی ہے
نظر میں گردِ منزل بھی نہیں ہے
میں کارِ بے نظام اس کا کہوں کیا
امام اس قوم کا کوئی نہیں ہے

○

نماند آں تاب وتب در خونِ نابش
نروید لالہ از کشتِ خرابش
نیامِ اوُ تہی، چوں کیسۂ اوُ
بطاقِ خانۂ ویراں کتابش

نہیں وہ تاب وتب اس کے لہوُ میں
کہ ہے بے حاصل اُس کی کشتِ ویراں
نیام اس کی تہی ہے، جیب خالی
رہا قرآں، سو زیبِ طاقِ ویراں

○

دلِ خود را اسیرِ رنگ و بوُ کرد
تہی از ذوق و شوق و آرزوُ کرد
صفیرِ شاہبازاں کم شناسد
کہ گوشش با طنینِ پشہ خوُ کرد

نہ اس کے دل کو حاصل ہے گھلاوٹ
نہ شوق و آرزو کی کپکپاہٹ
وہ کیا جانے صفیرِ° باز، جس کو
خوش آئے مچھروں کی بھنبھناہٹ

° آواز

بروئے او درِ دل ناگشادہ
خودی اندر کفِ خاکش نزادہ
ضمیرِ اُو تہی از بانگِ تکبیر
حریمِ ذکرِ او از پا فتادہ

نہ دل ہی اُس کے سینہ میں ہے بیدار
نہ وہ خود خودشناس و خودنگہ دار
ضمیر اس کا تہی اللہ ھُوْ سے
حریمِ ذکر، جیسے گرتی دیوار!

گریباں چاک و بے فکرِ رفُوْ زیست
نمی دانم چساں بے آرزُوْ زیست
نصیب اُوست مرگِ ناتمامے
مسلمانے کہ بے اللہ ھُوْ زیست

گریباں چاک و بے فکرِ رفُوْ ہے
نہ جانے کس طرح بے آرزُوْ ہے
ہے مرگِ ناتمام اس کا مقدّر
مسلماں جو کہ بے اللہ ھُوْ ہے

حقِ آں دہ کہ مسکین و اسیر است
فقیر و غیرتِ او زود میر است
بروئے او درِ میخانہ بستند
دریں کشور مسلماں تشنہ میر است

حق اس کا دے، وہ ہے مسکین و محکوم
فقیر اور اسکی غیرت جاں بہ لب ہے
درِ میخانہ اس پر وا نہیں ہے
اب اس کشور میں مومن تشنہ لب ہے

دگر پاکیزہ کن آب و گلِ او
جہانے آفریں اندر دلِ او!
ہوا تیز و بدامانش دو صد چاک
بیندیش از چراغِ بسملِ او

کر اس کی آب و گل کو پاک و طاہر
جہاں پیدا کر اس کے دل کے اندر
ہوا بھی تیز ہے، دامن بھی صد چاک
چراغِ بسمل اس کا رکھ بچا کر!

عروسِ زندگی در خلوتش غیر
کہ دارد در مقامِ نیستی سیر
گنہ گاریست پیش از مرگ در قبر
نکیرش از کلیسا منکر از دیر!

عروسِ زندگی اس کے لئے غیر
مقامِ نیستی میں اس کی ہے سیر
کہ ہے وہ زندہ در گور اب جہاں ہیں
کلیسا کے نکیر اور منکر دیر!

بہ چشم اُو نہ نور و نے سرور است
نہ دل در سینۂ اُو ناصبور است
خدا آں اُمتے را یار بادا!
کہ مرگِ اوزِ جانِ بے حضور است

نہ اس کا دیدۂ بے نم ہے روشن
نہ اُس کے دل کو حاصل ناصبوری
اب اس امت کا حافظ ہے خدا ہی
کہ اس کی موت ہے یہ بے حضوری

مسلماں زادہ و نا محرمِ مرگ
زبیمِ مرگ لرزاں تا دمِ مرگ
دلے در سینۂ چاکش نہ دیدم
دمِ بگسستۂ بودو غمِ مرگ

مسلماں زادہ اور نا محرمِ مرگ
ہراساں مرگ سے ہے تا دمِ مرگ
نہ دیکھا میں نے دل سینہ میں اُس کے
دم اک الجھا ہوا سا اور غمِ مرگ

ملوکیت سراپا شیشہ بازی است
ازو ایمن نہ رومی نے حجازی است
حضورِ تو غمِ یاراں بگویم
بامّیدے کہ وقتِ دلنوازی است

ملوکیت سراپا شیشہ بازی
اماں میں جس سے رومی نے حجازی
سناتا ہوں بڑے دکھ سے غم اپنے
کہ مولاؐ ہے یہ وقتِ دلنوازی

○

تنِ مردِ مسلماں پایدار است
بنائے پیکرِ اُو استوار است
طبیب نکتہ رس دید از نگاہش
خودی اندر وجودش رعشہ دار است

تنِ مومن ہے فولادِ مجسم
بنائے پیکر اس کی سخت و محکم
طبیبِ نکتہ رس یہ کہہ رہا ہے
کہ ہے اس کی خودی میں رعشِ پیہم

○

مسلماں شرمسار از بے کلاہی ست
کہ دینش مُردو فقرش خانقاہی ست
تو دانی درجہاں میراثِ ما چیست
گلیمے از قماشِ پادشاہی ست

مسلماں شرمسارِ بے کلاہی
کہ فقر و دیں ہیں اُس کے خانقاہی
گلیم اک ہے وہی میراث اپنی
کہ ہے جس میں قماشِ پادشاہی!

○

مپرس از من کہ احوالش چسان است
زمینش بدگہر چوں آسمان است
برآں مرغے کہ پروردی بہ انجیر
تلاشِ دانہ در صحرا گران است

کہوں کیا، اس کا سب احوال عیاں ہے
زمیں ہے سخت اور دوُر آسماں ہے
پلے انجیر پر جو طائر اس کو
تلاشِ دانہ صحرا میں گراں ہے

○

بہ چشمش وا نمودم زندگی را
کشودم نکتۂ فردا ودی را
تواں اسرارِ جاں را فاش تر گفت
بدہ نطقِ عرب ایں اعجمی را

دکھایا اس کو جلوہ زندگی کا
کیا فاش اس کے ہر فردا و دی کو
اب اس پر سرِّ جاں بھی فاش کر دوں
ملے نطقِ عرب اس اعجمی کو

مسلماں گرچہ بے خیل وسپاہے ست
ضمیر او ضمیر پادشاہے ست
اگر اُو را مقامش باز بخشند!
جمالِ او جلالِ بے پناہے است

مسلماں گرچہ بے خیل وسپہ ہے
ضمیر اس کا ضمیر پادشہ ہے
مقام اس کا اگر پھر اس کو مل جائے
جمال اس کا جلالِ بے پنہ ہے

متاعِ شیخ اساطیرِ کہن بُود
حدیثِ اوُ ہمہ تخمین وظن بُود
ہنوز اسلامِ اوُ زنار دار است
حرم چوں دیر بُود اوُ برہمن بُود

متاعِ شیخ دستورِ کہن ہے
حدیث اس کی فقط تخمین وظن ہے
کہ ہے زنار بردار اس کا اسلام
حرم اک دیر ہے، وہ برہمن ہے

دگرگوں کرد لادینی جہاں را
ز آثارِ بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیقؓ دادی
بشورے آور ایں آسودہ جاں را

تبہ کرتی ہے لادینی جہاں کو
بدن کو دیکھ کر پہچان جاں کو
ہوا تھا جو عطا صدیقؓ کو فقر
اسی سے تمتما دے میری جاں کو

حرم از دیر گیرد رنگ و بوئے
بتِ ما پیرکِ ژولیدہ موئے
نیابی در برِ ما تیرہ بختاں
دلے روشن زِ نورِ آرزوئے

حرم بھی دیر آئیں ہے کہ ہم کو
عقیدت ہے ہر اک ژولیدہ مو سے
وہ دل ہم تیرہ بختوں نے نہ پایا
کہ جو روشن ہے نورِ آرزو سے

ژولیدہ مو ــــ اُلجھے ہوئے بال

فقیراں تا بہ مسجد صف کشیدند
گریبانِ شہنشاہاں دریدندا
چو آں آتش درونِ سینہ افسرد
مسلماناں بدر گاہاں خزیدند!

رہے جب تک کہ مسجد میں صف آرا
لبادہ بادشاہوں کا اُتارا!
مگر جب بجھ گئی سینوں میں وہ آگ
تو ڈھونڈا جا کے درگاہوں سے چارا!

مسلماناں بخویشاں درستیزاند
بجز نقشِ دوئی بر دل نہ ریزند
بنالند ار کسے خشتے بگیرد
از اں مسجد کہ خود از وے گریزند

فقط نقشِ دوئی ہے اُن کے دل پر
مسلماں جو ہیں آپس میں ستیزاں٥
ہلانے دیں نہ اُس مسجد کی اک اینٹ
کہ جس مسجد سے ہیں وہ خود گریزاں

٥ لڑنے جھگڑنے والے

جبیں را پیشِ غیر اللہ سودیم
چو گبراں در حضورِ اُو سرودیم
نہ نالم از کسے، می نالم از خویش
کہ ما شایانِ شانِ تو نہ بودیم

جبیں فرسا ہیں غیر اللہ کے آگے
جلو میں اس کی ہیں مدحِ مجسم
کسی سے کیوں خود اپنوں سے ہوں نالاں
ترے شایانِ شاں ہرگز نہیں ہم

بہ دستِ مئے کشاں خالی ایاغ است
کہ ساقی را بہ بزمِ من فراغ است
نگہہ دارم درونِ سینہ آہے
کہ اصلِ اُو زِ دُودِ آں چراغ است

تہی ہر ایک جامِ میکشاں ہے
کہ ساقی کو بھی یک گونہ اماں ہے
مرے سینہ میں ہے محفوظ وہ آہ
کہ بس "اس شمع" سے جس کا دھنواں ہے

○

سبوئے خانقاہاں خالی از مے
کند مکتب رہِ طے کردہ راطے
ز بزمِ شاعراں افسردہ رفتم
نواہا مردہ افتد بیروں از نے

سبوئے خانقہ میں بھی نہیں مئے
اُسی اک رہ پہ مکتب چل رہا ہے
یہ بزم شاعراں! استغفر اللہ
نوائے مردہ سے لبریز ہے نے

○

مسلمانم غریبِ ہر دیارم
کہ با ایں خاکداں کارے ندارم
بہ ایں بے طاقتی در پیچ و تابم
کہ من دیگر بغیر اللہ دوچارم

مسلماں ہوں غریبِ غزنی ورے
مجھے اس خاکداں سے کام کیا ہے
بہ ایں بے طاقتی بھی میں ہوں پیچاں
کہ غیر اللہ ہیں پھر میرے درپے

بہ آں بالے کہ بخشیدی پریدم
بہ سوزِ نغمہ ہائے خود تپیدم
مسلمانے کہ مرگ از وے بلرزد
جہاں گردیدم و اُو را ندیدم

کرم سے تیرے دیکھی میں نے دنیا
خود اپنے سوزِ نغمہ سے جل اٹھا
مسلماں جس سے لرزاں ہو اجل بھی
بہت ڈھونڈا مگر اس کو نہ دیکھا

شبے پیشِ خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زار اند و خوار اند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

کہا میں نے یہ رو رو کر خدا سے
مسلماں کس لئے ہیں خوار و معتوب
ندا آئی کہ وہ رکھتے تو ہیں دل
مگر اُن کا نہیں ہے کوئی محبوب

نگویم از فرو فالے کہ بگزشت
چہ سود از شرحِ احوالے کہ بگزشت
چراغے داشتم در سینۂ خویش
فسرد اندر دو صد سالے کہ بگزشت

کہوں کیا داستانِ عہدِ رفتہ
کہ جو گذری اب اس کا ذکر کیا ہے
چراغ اک سینہ میں رکھتا ہوں میں بھی
کہ دو سو سال میں جو بجھ چکا ہے

نگہبانِ حرم معمارِ دیر است
یقینش مردہ و چشمش بغیر است
زِ اندازِ نگاہِ اوٗ تواں دید
کہ نومید از ہمہ اسبابِ خیر است

نگہبانِ حرم ہے بتکدہ گر
یقیں ہے مردہ، مطلب غیر سے ہے
عیاں ہے اس کے اندازِ نظر سے
کہ ناامید روحِ خیر سے ہے

زِ سوزِ ایں فقیرِ رہ نشینے
بدہ اُو را ضمیرِ آتشینے
دلش را روشن و پائندہ گرداں
زِ امیدے کہ زاید از یقینے!

قبول اب یہ دعائے رہ نشیں کر
عطا اسکو ضمیرِ آتشیں کر!
دل اس کا روشن و پائندہ فرما
عنایت اس کو امید و یقیں کر!

گہے افتم گہے مستانہ خیزم
چہ خوں بے تیغ و شمشیرے بریزم
نگاہِ التفاتے بر سرِ بام
کہ من با عصرِ خویش اندر ستیزم

عجب خوں ریز بے تیغ و سناں ہوں
رواں مستی میں ہوں افتاں و خیزاں ٥
نگاہِ التفات اک مجھ پہ ہو جائے
کہ میں ہوں عصرِ حاضر سے ستیزاں

٥ گرتا پڑتا

○

مرا تنہائی و آہ و فغاں بہ!
سوئے یثرب سفر بے کارواں بہ
کجا مکتب، کجا میخانۂ شوق
تو خود فرما! مرا ایں بہ کہ آں بہ

پسند آیا ہے مجھ کو گریۂ شب
تنِ تنہا رواں ہوں سوئے یثرب
کہاں مکتب، کہاں مے خانۂ شوق
بتا تو ہی، مجھے ہے کس سے مطلب!

○

پریدم در فضائے دل پذیرش
پرم ترگشت از ابرِ مطیرش
حرم تا در ضمیرِ من فرو رفت
سرودم آں چہ بود اندر ضمیرش

مری پرواز ہے اس کی فضا میں
مرے پر تر ہیں اس کے ابرِ تر سے!
اتر آیا حرم یوں میرے دل میں
نوا خواں ہوں ضمیرِ دل سے اُس کے

به آں رازے کہ گفتم پے نبردند
زِ شاخِ نخلِ من خرما نخوردند
من اے میرِ اُمم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند!

نہ چکھا یہ پھل کوئی میرے شجر کا
کُھلا اُن پر نہ کوئی رازِ پنہاں
اب اے میرِ اُمم دے داد تو ہی
مجھے یاروں نے سمجھا ہے غزل خواں

نہ شعر است ایں کہ بروے دل نہادم
گرہ از رشتۂ معنی کشادم
بہ امیدے کہ اکسیرے زند عشق
مِسِ ایں مفلساں را تاب دادم

نہیں چکھے یہ شعر و شاعری کے
سب اسرارِ معانی میں نے کھولے
چمک تانبے کو ان کے دے رہا ہوں
کہ شاید عشق اسے اکسیر کر دے

تو گفتی از حیاتِ جاوداں گوئے
بگوشِ مردہ پیغامِ جاں گوئے
ولے گویند ایں ناحق شناساں
کہ تاریخِ وفاتِ این و آں گوئے

کہا تونے تو مجھ سے رمزِ جاں کہہ
کوئی رازِ حیاتِ جاوداں کہہ
مگر کہتے ہیں یہ ناحق شناساں
کہ تاریخِ وفاتِ این و آں کہہ

رُخم از دردِ پنہاں زعفرانی
تراود خوں زِچشمِ ارغوانی
سخن اندر گلوئے من گرہ بست
تو احوالِ مرا ناگفتہ دانی!

مرا چہرہ ہے غم سے زعفرانی
لہو سے آنکھ میری ارغوانی
سخن میرے گلے میں پھنس گیا ہے
جو کیفیت ہے میری کس نے جانی

زبانِ ما غریباں از نگاہیست
حدیثِ دردمنداں اشک و آہیست
کشادم چشم و بربستم لبِ خویش
سخن اندر طریقِ ما گناہیست

گنہ ہے یاں زباں کا کھولنا بھی
حدیثِ اہلِ درد اشک و فغاں ہے
نظر گویا، زباں خاموش، یعنی
نگہ ہی ہم غریبوں کی زباں ہے

خودی دادم زِ خود نامحرمے را
کشادم در گِلِ او زمزمے را
بدہ آں نالۂ گرمے کہ از وے
بسوزد جز غمِ دیں ہر غمے را

کیا میں نے خودی کا اس کو محرم
کیا مٹی میں اسکی جاری زمزم
وہ آہِ گرم عطا کر اس کو جس سے
جلا دے جز غمِ دیں وہ ہر اک غم!

درونِ ما بجز دودِ نَفَس نیست
بجز دستِ تو مارا دسترس نیست
دِگر افسانۂ غم با کہ گویم
کہ اندر سینہ ہا غیر از تو کس نیست

دھرا کیا ہے بجز دودِ نَفَس یاں
تجھی تک ہے ہماری دسترس بھی!
سناؤں اب کسے افسانۂ غم
کہ جز تیرے نہیں سینہ میں کوئی!

غریبے دردمندے، نے نوازے
ز سوزِ نغمۂ خود در گدازے
تو می دانی چہ می جوید، چہ خواہد
دلے از ہر دو عالم بے نیازے

یہ میری دردمندی، نے نوازی
میرے نغمات کی یہ خود گدازی
کہ ہے مولاً تلاش اس دل کی مجھکو
دو عالم سے ہو جس میں بے نیازی

○

نم و رنگ از دمِ بادے نجویم
زفیضِ آفتابِ تو بروُیم
نگاہم از مہ و پرویں بلنداست
سخن را بر مزاجِ کس نگویم

ترے سورج کی ضو سے بڑھ رہا ہوں
نہیں محتاج میں بادِ صبا کا
نگہ میری بلند از ماہ و پرویں
سخن میرا نہیں تابع کسی کا

○

در آں دریا کہ اُو را ساحلے نیست
دلیلِ عاشقاں غیر از دلے نیست
تو فرمودی رہِ بطحا گرفتیم
دگرنہ جز تو مارا منزلے نیست

نہیں ہے کوئی جس دریا کا ساحل
دلیل ان عاشقوں کی ہے وہاں دل
کہا تو نے تو بطحا جا رہے ہیں
ہے ورنہ، تو ہی ہم لوگوں کی منزل

ہ مکۂ معظمہ

مراں از در کہ مشتاقِ حضوریم
ازاں دردے کہ دادی نا صبوریم
بفرما ہرچہ می خواہی بجز صبر
کہ ما از وے دو صد فرسنگ دوریم

نہ لوٹا در سے مشتاقوں کو اپنے
کہ تیرے درد ہی سے چور ہیں ہم
جو چاہے ہم سے کہہ لے تو بجز صبر
کہ میلوں اب تو اُس سے دور ہیں ہم

بہ افرنگی بتاں دل باختم من
زتابِ دیریاں بگداختم من
چناں از خویشتن بیگانہ بودم
چو دیدم خویش را نشناختم من

ہے تابِ دیر سے پانی مرا دل
ہوا ہے محوِ اصنام فرنگی
ہوں اپنے آپ سے بیگانہ اتنا
نہ جانا خود کو، خود کو دیکھ کر بھی

مئے از مئے خانۂ مغرب چشیدم
بجانِ من کہ دردِ سر خریدم
نشستم با نکویانِ فرنگی
ازاں بے سوز تر روزے ندیدم

مزہ مغرب کی مئے کا میں نے چکھا
قسم اپنی کہ دردِ سر خریدا
رہا افرنگیوں میں بھی ولیکن
کوئی بے سوز دن دیکھا نہ ایسا!

فقیرم از تو خواہم ہر چہ خواہم
دلِ کوہے خراش از برگِ کاہم
مرا درسِ حکیماں دردِ سر داد
کہ من پروردۂ فیضِ نگاہم

طلب جو بھی کیا، تجھ سے کیا ہے
دلِ کوہ برگِ کہؑ سے میرے لرزاں
میں وہ پروردۂ فیضِ نظر ہوں
ہے دردِ سر مجھے درسِ حکیماں

ـــــ ؂ گھاس کی پتی

○

نہ با مُلّا نہ با صوفی نشینم
تو می دانی کہ من آنم نہ اینم
نویس اللہ بر لوحِ دلِ من
کہ ہم خود را ہم اورا فاش بینم

نہ مُلّا کا نہ میں صوفی کا ساتھی
کہ تو واقف ہے میں مُلّا نہ صوفی
رقم کر میری لوحِ دل پر "اللہ"
کہ خود کو فاش دیکھوں اور اُسے بھی!

○

سرِ منبر کلامش نیشدار است
کہ او را صد کتاب اندر کنار است
حضورِ تو من از خجلت نگفتم
زِ خود پنہاں و بر ما آشکار است

سرِ منبر کیا اس کا نظارا
سنبھالے تھا کتابوں کا پٹارا
مجھے شرم آ رہی ہے تجھ سے کہتے
ہے پنہاں خود سے، مجھ پر آشکارا

دلِ صاحبدلاں اُو بُرد یا من؟
پیامِ شوقِ اُو آورد یا من؟
من و مُلّا زکیشِ دیں دو تیرم
بفرما بر ہدف اُو خورد یا من؟

دلِ صاحبدلاں کس نے لیا ہے؟
پیام شوق پھر کس نے دیا ہے؟
میں اور مُلّا ہیں کیشِ[1] دیں کے دو تیر
مگر کس نے ہدف[2] کو جا لیا ہے؟

غریبم درمیانِ محفلِ خویش
تو خود گو یا کہ گویم مشکلِ خویش
ازاں ترسم کہ پنہانم شود فاش
غمِ خود را نگویم با دلِ خویش

خود اپنی بزم میں میں اجنبی ہوں
اگر کہیئے تو مشکل کس سے کہیئے؟
اسی ڈر سے کہ میں ہی فاش ہو جاؤں
نہیں کہتا غم اپنا اپنے دل سے!

۱۔ ترکش     ۲۔ نشانہ

○

دلِ خود را بہ دستِ کس نہ دادم
گرہ از روئے کارِ خود کُشادم
بغیر اللہ کردم تکیہ یک بار
دو صد بار از مقامِ خود فتادم

دیا میں نے نہ دل اپنا کسی کو
کہ رکھا کام بس اپنی گرہ سے
بغیر اللہ کیا گر تکیہ اک بار
گرا سو بار میں اپنی جگہ سے!

○

ہماں سوزِ جنوں اندر سرِ من
ہماں ہنگامہ ہا اندر برِ من
ہنوز از جوشِ طوفانے کہ بگذشت
نیاسوُداست موجِ گوہرِ من

وہی سوزِ جنوں ہے میرے سر میں
وہی شورش بپا ہے میرے اندر!
اُسی گذرے ہوئے طوفاں سے اب تک
بڑی بے کل ہے میری موجِ گوہر!

ہنوز ایں خاک دارائے شرر ہست
ہنوز ایں سینہ را آہِ سحر ہست
تجلّی ریز بر چشمم کہ بینی!
بہ ایں پیری مرا تابِ نظر ہست

ابھی یہ خاک دارائے شرر ہے
ابھی اس سینہ میں آہِ سحر ہے
تجلی ریز ہو کر دیکھ تو بھی
بہ ایں پیری مجھے تابِ نظر ہے

نگاہم زانچہ بینم بے نیاز است
دل از سوزِ درونم در گداز است
من و ایں عصرِ بے اخلاص و بے سوز
بگو با من کہ آخر ایں چہ راز است

نگاہوں میں مری کب کچھ جچا ہے
کہ دل سوزِ دروں سے جل رہا ہے
میں اور یہ عصرِ بے اخلاص و بے سوز
مجھے بتلا یہ آخر راز کیا ہے؟

مرا در عصرِ بے سوز آفریدند
بخاکم جانِ پر شورے دمیدند
چو نخ در گردنِ من زندگانی
تو گوئی بر سرِ دارم کشیدند

میں اور یہ عصرِ بے سوز؟ آہ میں بھی
یہ کیسے عہد میں پیدا ہوا ہوں
گرہ سی میری گردن میں ہے یہ زیست
کہ گویا دار پر کھینچا گیا ہوں

نگیرد لالۂ و گل رنگ و بویم
درونِ سینہ ام مردِ آرزویم
غمِ پنہاں بحرف اندر نگنجد
اگر گنجد چہ گویم یا کہ گویم!

لیا پھولوں سے رنگ و بُو نہ ہم نے
دلوں میں آرزوئیں مر چکی ہیں
بیاں میں آ نہیں سکتا غمِ دل
اگر آئے بھی تو کس کو سنائیں!

○

من اندر مشرق و مغرب غریبم
کہ از یارانِ محرم بے نصیبم
غمِ خود را بگویم بادلِ خویش
چہ معصومانہ غربت را فریبم

میں، مشرق ہو کہ مغرب، اجنبی ہوں
کوئی محرم نہیں، اے وائے قسمت!
خود اپنے دل سے کہتا ہوں غم اپنے
یونہی بہلا رہا ہوں دردِ غربت!

○

طلسمِ عصرِ حاضر را شکستم
ربودم دانہ و دامش گسستم
خدا داند کہ مانندِ براہیمؑ
بہ نارِ اوُ چہ بے پروا نشستم

طلسمِ عصرِ حاضر میں نے توڑا
دکھایا دانہ میں نے، دام پھونکا
خدا واقف ہے مانندِ براہیمؑ
میں اس آتش میں ہوں بے خوف بیٹھا

○

بہ چشمِ من نگہہ آوردۂ تست
فروغِ لا الٰہ آوردۂ تست
دو چارم کن بہ صبحِ من رآنی
شبم را تابِ مہہ آوردۂ تست

مرے آقا! نگہہ تیری عطا ہے
فروغِ لا الٰہ تیری عطا ہے
عطا کر مجھ کو صبحِ مَنْ رآنی٭
کہ شب کو تابِ مہہ تیری عطا ہے

○

چو خود را در کنارِ خود کشیدم
بہ نورِ تو مقامِ خویش دیدم
دریں دیر از نوائے صبح گاہی
جہانِ عشق و مستی آفریدم

وہ تیرا نور تیری روشنی تھی
کہ اپنے آپ پر میں نے نظر کی
نوائے صبح گہہ سے میں نے آخر
کیا پیدا جہانِ عشق و مستی!

٭ تلمیح ہے حدیث مشہور مَنْ رآنی فَقَدْ رآ اللّٰہ کی طرف۔ یعنی جس نے مجھے دیکھ

دریں عالم بہشتِ خرّمے ہست
بشاخِ او ز اشکِ من نمے ہست
نصیبِ او ہنوز آں ہائے و ہُو نیست
کہ او در انتظارِ آدمے ہست

یہیں پر ہے بہشتِ شادماں بھی
مرے اشکوں سے نم ہے شاخ جس کی
تہی لیکن ہے وہ اُس ہائے و ہُو سے
اُسے ہے انتظارِ آدم اب بھی!

بدہ او را جوانِ پاکبازے
سرورش از شرابِ خانہ سازے
قوی بازوئے او مانندِ حیدرؓ
دلِ او از دو گیتی بے نیازے

جوانِ پاکباز اُس کو عطا کر
خود اپنی مئے سے آئے جسکو مستی
قوی بازو ہو جس کا مثلِ حیدرؓ
دل اُس کا بے نیازِ ہر دو گیتی

بیا ساقی بگرداں جامِ مے را
زِ مے سوزندہ تر کن سوزِ نے را
دگر آں دل بنہ در سینۂ من
کہ پیچم پنجۂ کاؤس و کے را

ذرا گردش میں لا پھر جامِ مے کو
یونہی سوزندہ تر کر سوزِ نے کو
وہی دل پھر مرے سینہ میں رکھ دے
کہ موڑوں پنجۂ کاؤس و کَے کو

جہاں از عشق و عشق از سینۂ تست
سرورش از مئے دیرینۂ تست
جز ایں چیزے نمی دانم زِ جبریلؑ
کہ او یک جوہر از آئینۂ تست

جہانِ عشق ہے تیرا ہی مظہر
تری مے سے ہے لبریز اس کا ساغر
بس اتنا جانتا ہوں میں کہ جبریلؑ
ترے آئینہ کا ہے ایک جوہر

○

مرا ایں سوز از فیضِ دمِ تست
بتاکم موجِ مے از زمزمِ تست
خجل ملکِ جم از درویشی من
کہ دل در سینۂ من محرم تست

مرا یہ سوز تیرا فیضِ دم ہے
مری مئے میں ہے شامل تیرا زمزم
خجل ہے جم بھی درویشی سے میری
مرے سینہ میں دل ہے تیرا محرم

○

دریں بت خانہ دل باکس نہ بستم
ولیکن از مقامِ خود گسستم
زِ من امروز می خواہد سجودے
خداوندے کہ دی او را شکستم

نہ ہارا میں نے دل اس بتکدہ میں
رہا لیکن نہ اپنی رہ کا پابند
طلب کرتا ہے مجھ سے آج سجدے
جسے کل میں نے توڑا وہ خداوند!

○

دمید آں لالہ از مشتِ غبارم
کہ خونش می طراود از کنارم
قبولش کن زِراہِ دل نوازی
کہ من غیر از دلے چیزے ندارم

مری مٹّی سے یہ لالہ اٹھا ہے
مرے پہلو سے خوں اس کا بہا ہے
قبول اسکو کر از راہ عنایت
کہ غیر از دل مرے پاس اور کیا ہے

○

حضورِ ملّتِ بیضا تپیدم
نوائے دل گدازے آفریدم
ادب گوید سخن را مختصر گوئے
تپیدم، آفریدم، آرمیدم

حضورِ ملّتِ بیضا تپاں ہوں
بڑے سوز و تپش سے نغمہ خواں ہوں
ادب کہتا ہے قصّہ مختصر کر
تپاں ہوں، کن فکاں ہوں، باماں ہوں

○

بصدقِ فطرتِ رندانۂ من
بہ سوزِ آہِ بے تابانۂ من
بدہ آں خاک را ابرِ بہارے
کہ در آغوشش گیرد دانۂ من

بصدقِ فطرتِ رندانہ! مولاؐ
بہ سوزِ آہِ بے تابانہ ! مولاؐ
عطا اس خاک کو کر ابرِ نوروز
کہ پھل لے آئے میرا دانہ ! مولاؐ

○

دلے برکف نہادم دلبرے نیست
متاعِ داشتم غارت گرے نیست
درونِ سینۂ من منزلے گیر
مسلمانے زِ من تنہا ترے نیست

میں دل رکھتا ہوں پر دلبر نہیں ہے
متاعِ دل کا غارت گر نہیں ہے
مرے سینہ میں منزل کر کہ کوئی
مسلماں مجھ سے تنہا تر نہیں ہے

○

بچو رومیؒ در حرم دادم اذاں من
ازو آموختم اسرارِ جاں من
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن او
بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں من

مثالِ رومؒ دیتا ہوں اذاں میں
اسی سے سیکھتا ہوں سرِّ جاں میں
بہ دورِ فتنۂ عصرِ کہن وہ
بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں میں

○

گلستانے ز خاکِ من برانگیز
نمِ چشم بخونِ لالہ آمیز
اگر شایاں نیَم تیغ علیؓ را
نگاہے دہ چو شمشیرِ علیؓ تیز

کھلا! مٹی سے میری اک گلستاں
جِلا! لالہ کو میری چشمِ نم سے
جو میں شایاں نہیں تیغِ علیؓ کا
نظر ہی مثلِ شمشیرِ علیؓ دے!

مسلماں تا بہ ساحل آرمیداست
خجل از بحر و از خود نا اُمید است
جز ایں مردِ فقیرِ دردمندے
جراحت ہائے پنہانش کہ دید است

وہ ساحل کوش و ساحل جو مسلماں
خجل ہے بحر سے، خود سے ہراساں
بجز میرے یہاں دیکھے ہیں کس نے
وہ اُس کے سب جراحت ہائے پنہاں

کہ گفت اُو را کہ آید بوئے یارے؟
کہ داد اُو را امیدِ نو بہارے؟
بجو آں سوزِ کہن رفت از دمِ اُو
کہ زد بر نیستانِ اُو شرارے؟

دیا کس نے پیامِ یار اس کو؟
سنایا کس نے مژدہ فصلِ گل کا؟
ہوا رخصت جو وہ سوز اس کے دم سے
شررِ صحرا میں اس کے کس نے رکھا؟

زِ بحرِ خود بہ جوئے من گہر دہ
متاعِ من بکوہ و دشت و در دہ
دلم مکشود زاں طوفاں کہ دادی
مرا شورے زِ طوفانِ دگر دہ

عطا کر اپنے بحرِ بیکراں سے
مری جوئے تنک مایہ کو گوہر
ہے اِس طوفاں سے افسردہ مرا دل
نیا طوفاں کوئی مجھ کو عطا کر

بہ جلوت نے نوازی ہائے من بیں
بہ خلوت خود گدازی ہائے من بیں
گرفتم نکتہ از فقرِ نیاگاں
زِ سلطاں بے نیازی ہائے من بیں!

بہ جلوت نے نوازی دیکھ میری
بہ خلوت خود گدازی دیکھ میری
بزرگوں نے سکھایا فقر مجھ کو
شہوں سے بے نیازی دیکھ میری!

○

بہ ہر حالے کہ بودم خوش سرُودم
نقاب از روئے ہر معنیٰ کشودم
مپرس از اضطرابِ من کہ با دوست
دمے بودم، دمے دیگر نبودم

میں ہوں جس حال میں، ہوں نغمہ پیرا
اُلٹتا ہوں نقابِ روئے معنےٰ
رہا ہے کل حضورِ دوست بھی میں
کبھی پایا، کبھی خود کو نہ پایا!

○

شریکِ درد و سوزِ لالہ بودم
ضمیرِ زندگی را وا نمودم
ندانم با کہ گفتم نکتۂ شوق
کہ تنہا بودم و تنہا سرُودم

شریکِ درد و سوزِ لالہ ہوں میں
ضمیرِ زندگی وا کر رہا ہوں
کروں اب فاش کس پر نکتۂ شوق
کہ میں تنہا ہوں، تنہا گا رہا ہوں

بسوزِ تو برا فروزم نگہہ را
کہ بینم اندرونِ مہر و مہہ را
چو می گویم مسلمانم، بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لاالہ را

جلادی سوز سے تیرے نگہہ کو
کہ دیکھوں اندرونِ مہر و مہہ کو
مسلماں خود کو کہتے ڈر رہا ہوں
سمجھ کر مشکلاتِ لاالہ کو

بکوئے تو گداز یک نوا بس
مرا ایں ابتدا، ایں انتہا بس
خرابِ جرأتِ آں رندِ پاکم
خدا را گفت مارا مصطفیٰؐ بس

ترے کوچہ میں یہ سوزِ نوا بس
مجھے یہ ابتدا، یہ انتہا بس
خرابِ جرأت اس کا ہوں میں جس نے
کہا حق سے کہ ہم کو مصطفیٰؐ بس

(۱۲)

زِشوق آموختم آں ہائے و ھوئے
کہ از سنگے کشاید آب جوئے
ہمیں یک آرزو دارم کہ جاوید
زِ عشقِ تو بگیرد رنگ و بوئے

وہ ہائے وھو مجھے یہ شوق سکھلائے
کہ پتھر سے بھی جو اک آبجو لائے
یہی ہے آرزو میری کہ جاوید
ترے ہی عشق سے کچھ رنگ و بو پائے

یکے بنگر فرنگی کج کلاہاں
تو گوئی آفتاب اند و ماہاں
جوانِ سادۂ من گرم خون است
نگہدارش ازیں کافر نگاہاں

فرنگی کج کلاہوں کو بھی دیکھا
ہر اک ہے آفتاب و ماہ جیسا
جوانِ سادہ میرا گرم خوں ہے
بس ان کافر نگاہوں سے بچانا

بدہ دستے زِ پا افتادگاں را
بہ غیر اللہ دل نادادگاں را
ازاں آتش کہ جانِ من برافروخت
نصیبے دہ مسلماں زادگاں را

عطا کر ہاتھ پا افتادگاں[1] کو
بہ غیر اللہ دل نادادگاں[2] کو
وہ آتش جس سے میری جان ہے روشن
عطا کر ان مسلماں زادگاں کو

(۱۳)

تو ہم آں مئے بگیر از ساغرِ دوست
کہ باشی تا ابد اندر برِ دوست
سجودے نیست اے عبدالعزیز ایں
بروبم از مژہ خاکِ درِ دوست

وجودِ دوست میں گُم تا ابد ہو
وہی مئے پی اٹھا کر ساغرِ دوست
نہیں یہ سجدے اے عبدالعزیز آہ
مژہ سے چُنتا ہوں خاکِ درِ دوست

۱ پا اُوں ٹوٹے ہوئے۔ ۲ دل نہ ہارے ہوئے۔

تو سلطانِ حجازی، من فقیرم
ولے در کشورِ معنیٰ امیرم
جہانے کو زِ تخمِ لا الٰہ رُست
بیا بنگر بہ آغوشِ ضمیرم

تو سلطانِ حجازیؐ میں فقیر اک
مگر ہوں ملکِ معنیٰ میں تونگر
جہاں نکلا جو تخمِ لا الٰہ سے
ضمیر و دل میں میرے دیکھ آکر!

سراپا درد و درماں ناپذیرم
نہ پنداری زبون و زار و پیرم
ہنوزم در کمانے می تواں راند
زِ کیشِ ملّتے افتادہ تیرم

سراپا درد، درماں سے گریزاں!
نہ سمجھو خوار و زار و پیر ہوں میں
کماں میں رکھ کے کھینچو مجکو اب بھی
کہ ملّت کا فتادہ° تیر ہوں میں

° گِرا ہوا

○

بیا باہم در آویزیم و رقصیم
زگیتی دل برانگیزیم و رقصیم
یکے اندر حریم کوچۂ دوست
زچشماں اشکِ خوں ریزیم و رقصیم

قدم باہم ملائیں اور ناچیں
جہاں سے دل اٹھائیں اور ناچیں
حریمِ دوست میں آنکھوں سے اپنی
بس اشکِ خوں بہائیں اور ناچیں

○

ترا اندر بیابانے مقام است
کہ شامش چوں سحر آئینہ فام است
بہر جائے کہ خواہی خیمہ گستر
طناب از دیگراں جستن حرام است

تری منزل بیابانوں کا دامن
ہے جس کی شام مثلِ صبح روشن
جہاں چاہے تو اپنا ڈال خیمہ
طناب اوروں کی ڈھونڈیں تیرے دشمن

مسلمانیم و آزاد از مکانیم
بروں از حلقۂ نہ آسمانیم
بما آموختند آں سجدہ کز وے
بہائے ہر خداوندے بدانیم

مسلماں ہیں اور آزادِ مکاں ہیں
نہیں اس آسماں سے ہمکو نسبت
وہ سجدہ ہم نے سیکھا ہے کہ ہم پر
ہے ظاہر سب خداوندوں کی قیمت

ز افرنگی صنم بیگانہ تر شو
کہ بیمانش نمی ارزد بہ یک جو
نگاہے وام کن از چشمِ فاروقؓ
قدم بیباک نہ در عالمِ نو!

بتِ افرنگ سے بیگانہ ہو جا
کہ اک جو میں بھی ہے جام اس کا مہنگا
نگاہیں چشمِ فاروقؓ سے کر دام
جہانِ نو میں بیباکانہ بڑھ جا!

ہ قرض

# حضورِ ملّت

مجو از من کلامِ عارفانہ
کہ من دارم سرشتِ عاشقانہ
سرشکِ لالہ گوں را اندریں باغ
بیفشانم چو شبنم دانہ دانہ -

○

کہاں سے لاؤں شعرِ عارفانہ
کہ رکھتا ہوں سرشتِ عاشقانہ
سرشکِ لالہ گوں میں مثلِ شبنم
گراتا ہوں چمن میں دانہ دانہ

(۱)

# بحق دل بند و راہِ مصطفےٰؐ رو

## احد کا عبد بن، احمدؐ کا پیرو

بہ منزل کوش مانندِ مہِ نو
دریں نیلی فضا ہر دم فزوں شو
مقامِ خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دل بند و راہِ مصطفےٰؐ رو

فزوں ہو دن بہ دن مثلِ مہِ نو
نہ دے ہاتھوں سے دامانِ تگ و دو
مقام اپنا اگر کچھ چاہتا ہے
احد کا عبد بن، احمدؐ کا پیرو

○

چو موج از بحرِ خود بالیدہ ام من
بہ خود مثلِ گہر پیچیدہ ام من
ازاں نمرود با من سرگران است
بہ تعمیرِ حرم کوشیدہ ام من

اٹھا ہوں مثلِ موج اس بحرِ غم میں
تپاں ہوں، مثلِ گوہر قلبِ یم میں
تبھی کچھ سرگراں ہے مجھ سے نمرود
کہ میں کوشاں ہوں تعمیرِ حرم میں

○

بیا ساقی بگرداں ساتگیں را
بیفشاں بر دو گیتی آستیں را
حقیقت را برندے فاش کردند
کہ مُلّا کم شناسد رمزِ دیں را

اٹھ اے ساقی! جھٹک کر آستیں کو
ذرا گردش میں لا پھر ساتگیں کو
حقیقت ہو گئی اک رند پر فاش
کہ مُلّا نے نہ سمجھا رمزِ دیں کو

○

بیا ساقی! نقاب از رخ برافگن
چکید از چشمِ من خونِ دلِ من
بہ آں لحنے کہ نے شرقی نہ غربی ست
نوائے از مقام لاتخف زن

اٹھا اے ساقی! نقابِ رخ اُلٹ دے
لہو دل کا رواں ہے چشمِ تر سے
اُسی لَے میں جو شرقی ہے نہ غربی
مقامِ لاتخف سے پھر صدا دے

○

بروں از سینہ کش تکبیرِ خود را
بہ خاکِ خویش زن اکسیرِ خود را
خودی را گیر و محکم گیر و خوش زی
مدہ در دستِ کس تقدیرِ خود را

لگا کر نعرۂ اَللّٰہُ اَکْبَرْ
رکھ اپنی خاک میں اکسیر اپنی!
خودی کو تھام محکم اور مت دے
کسی کے ہاتھ میں تقدیر اپنی

○

مسلماں از خودی مردِ تمام است
بخاکش تا خودی میرد غلام است
اگر خودرا متاعِ خویش دانی!
نگہہ راجز بہ خود بستن حرام است

مسلماں ہے خودی سے مردِ کامل
یہ مرجائے تو محکومی ہے حاصل
متاع اپنی اگر خود کو سمجھ لے
نگہہ خود سے ہٹانا بھی ہو مشکل

○

مسلماناں کہ خودرا فاش دیدند
بہ ہر دریا چو گوہر آرمیدند
اگر از خود رمیدند اندریں دیر
بہ جانِ تو کہ مرگِ خود خریدند

مسلماں دیکھ لیں گر فاش خود کو
تو ہر دریا میں بیٹھیں بن کے موتی
اگر اس دیر میں ہوں خود سے بیزار
قسم تیری! خریدیں موت اپنی

○

کشودم پردہ را از روئے تقدیر
مشو نومید و راہ مصطفیٰ گیر
اگر باور نداری آنچہ گفتم
ز دیں بگریز و مرگِ کافرے میر

کئے وا میں نے سب تقدیر کے در
نکل جا رہ گزارِ مصطفیٰ پر
اگر باور نہ آئے تجھ کو یہ بات
تو ہے تیرا مقدّر مرگِ کافر

○

بہ ترکاں بستہ درہا را کشادند
بنائے مصریاں محکم نہادند!
تو ہم دستے بدامانِ خودی زن
کہ بے او ملک و دیں کس را ندادند

کُھلے سب بند در ترکوں کے اُوپر
بنائے مصریاں محکم سراسر
خودی کا تھام لے دامن کہ اُس بن
ملے ہیں ملک و دیں کس کو یہاں پر؟

○

ہر آں قومے کہ می ریزد بہارش
نہ سازد جز بہ بوہائے رمیدہ
زِ خاکش لالہ می روید، ولیکن
قبائے دارد از رنگِ پریدہ

وہ ملّت جس کی رخصت ہوں بہاریں
اُسے راس آئے بس بوئے رمیدہ
اُٹھے مٹی سے اس کی لالہ، لیکن
قبا اس کی ہے بس رنگِ پریدہ

○

خدا آں ملّتے را سروری داد
کہ تقدیرش بدستِ خویش بنوشت
بہ آں ملّت سروکارے ندارد
کہ دہقانش برائے دیگراں کشت

خدا نے سروری اس قوم کو دی
جو تقدیر اپنی اپنے ہاتھوں لکھّے
نہیں اس قوم سے اس کو سروکار
کہ دہقاں جس کا کھیت اوروں کے بوئے

ز رازیؔ حکمتِ قرآں بیاموز
چراغے از چراغِ او بیفروز!
ولے ایں نکتہ را از من فراگیر
کہ نتواں زیستن بے مستی و سوز

سمجھ رازیؔ سے حکمت ہائے قرآں
دِیا اپنا جلا اس کے دِیئے سے
مگر جینا ہی کیا بے سوز و مستی
یہ اک نکتہ بھی مجھ سے آج سُن لے!

(۲)

## خودی

کسے کو بر خودی زد لَا اِلٰہ را
زِخاکِ مردہ روُیاند نگہہ را
مدہ از دست دامانِ چنیں مرد
کہ دیدم در کمندش مہر و مہہ را

خودی پر جس کی ضربِ لَا اِلٰہ ہو
کرے مٹی میں بھی پیدا نگہہ وہ°
نہ چھوڑ اس کا کبھی ہاتھوں سے دامن
وہ تھامے ہے کمندِ مہر و مہہ کو

° صوتی قافیہ

○

تو اے ناداں! دلِ آگاہ دریاب
بہ خود مثلِ نیاگاں راہ دریاب
چساں مومن کند پوشیدہ را فاش
زِ لا موجودِ الّا اللہ دریاب

کر اے ناداں! دلِ آگاہ پیدا
بہ خود مثلِ بزرگاں راہ پیدا
کرے کس طرح مومن نکتہ یہ فاش
زِ لا موجودِ الّا اللہ پیدا

○

دلِ تو داغِ پنہانے نہ دارد
تب و تابے مسلمانے نہ دارد
خیابانِ خودی را دادۂ آب
ازاں دریا کہ طوفانے نہ دارد

ترے دل میں نہیں ہے داغِ پنہاں
نہیں تجھ میں تب و تاب اے مسلماں!
دیا کشتِ خودی کو اُس سے پانی
نہیں جس بحر کی موجوں میں طوفاں

(۳)

# انا الحق

انا الحق جز مقامِ کبریا نیست
سزائے اُو چلیپا ہست یا نیست؟
اگر فردے بگوید سرزنش بہ
اگر قومے بگوید ناروا نیست!

انا الحق بس مقامِ کبریا ہے
سزائے دار اسے ہے یا نہیں ہے؟
ضروری ہے سزا گر فرد بولے
اگر ملّت کہے پروا نہیں ہے

بہ آں ملّت انا الحق سازگار است
کہ از خونش نمِ ہر شاخسار است
نہاں اندر جلالِ اُو جمالے
کہ اُو را نہ سپہر آئینہ دار است

انا الحق ہے اسی ملّت کو زیبا
کہ جس کے خوں سے ہے ہر شاخ میں نم
جلال اس کا جمال آمیز بھی ہے
کہ اُسکے آگے ہفت افلاک ہیں خم

میانِ اُمتاں والا مقام است
کہ آں امت دو گیتی را امام است
نیاساید ز کارِ آفرینش
کہ "خواب و خستگی" بروے حرام است

ہر اک اُمّت سے اولیٰ ہے وہ اُمّت
دو گیتی کی ملی اس کو امامت!
ہمیشہ محو کارِ آفرینش
ہے "خواب و خستگی" سے اس کو نفرت

وجودش شعلہ از سوزِ درون است
چو خس اُورا جہانِ چند و چون است
کند شرحِ انا لحق ہمتِ او
پیٔ ہر کُن کہ می گوید یکُون است!

وجود اس کا ہے شعلہ جس کے آگے
مثالِ خس جہانِ چند و چون ہے
کرے شرحِ انا لحق اسکی ہمت
ہر اک کُن کیلئے اس کے یکُوں ہے

○ تلمیحات دو آیتوں لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ○ اور وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○

پر در وسعتِ گردوں یگانہ
نگاہِ او بہ شاخِ آشیانہ
مہ و انجم گرفتارِ کمندش
بدستِ اوست تقدیرِ زمانہ

اڑے گو وسعتِ افلاک میں وہ
نگہ اُس کی ہے سوئے آشیانہ
گرفتارِ کمند اس کے مہ و مہر
ہے اُس کے ہاتھ تقدیرِ زمانہ

بہ باغاں عندلیبے خوش صفیرے
بہ راغاں جرّہ بازے زُود گیرے
امیرِ اوُ بہ سلطانی فقیرے
فقیرِ اوُ بہ درویشی امیرے

گلستانوں میں وہ مرغِ خوش الحاں
بیابانوں میں شاہینِ قہستاں
امیر اس کا ہے سلطانی میں درویش
فقیر اس کا ہے درویشی میں سلطاں

به جامِ نو کہن مے از سبو ریز
فروغِ خویش را بر کاخ و کو ریز
اگر خواہی ثمر از شاخِ مقصود
بہ دل لَا غَالِبَ اِلّا اللہ فرو ریز

مئے کہنہ انڈیل اب جامِ نو میں
دکھا دے پھر فروغِ جلوہ اپنا
تجھی دے گی ثمر بھی شاخِ مقصود
بٹھا لے دل میں تو لَا غَالِبَ اِلّا!

(۴)

## صوفی و مُلّا

گرفتم حضرتِ مُلّا ترش روست
نگاہش مغز را نشناسد از پوست
اگر با ایں مسلمانی کہ دارم!
مرا از کعبہ می راند حق اوست

غضب ہیں حضرتِ مُلّا ترش رو
نہ جانیں مغز کیا ہے، پوست ہے کیا
خفا ہو کر مسلمانی سے میری!
نکالیں مجھ کو کعبے سے، حق اُن کا!

آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے ہیں مزید اس طرح کی شان دار، مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

ایڈمن پینل

عبداللہ عتیق : 03478848884
سدرہ طاہر : 03340120123
حسنین سیالوی : 03056406067



فرنگی صید بست از کعبہ و دیر
صدا از خانقاہاں رفت لا غیر
حکایت پیشِ مُلّا باز گفتم
دعا فرمود "یارب عاقبت خیر"!

فرنگی کے ہیں صید اب کعبہ و دیر
کہاں ہے خانقہ میں ذکر لا غیر
کہا جب میں نے مُلّا سے تو اُس نے
دعا فرمائی "یارب عاقبت خیر"!

بہ بندِ صوفی و مُلّا اسیری
حیات از حکمتِ قرآں نگیری
بہ آیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

اسیرِ صوفی و مُلّا یہ سن رکھ
کہ درسِ زندگی دیتا ہے قرآں!
فقط یہ جانتا ہے تو کہ یٰسٓ
ہماری موت کر دیتی ہے آساں

زِ قرآں پیشِ خود آئینہ آویز
دگرگوں گشتۂ از خویش بگریز
ترازوئے بنہ کردارِ خود را
قیامت ہائے پیشیں را برانگیز

بنا قرآں کو پھر آئینہ اپنا
دگرگوں ہو گیا ہے تو سنبھل کر!
بنا کردار کو اپنے ترازو
بپا کر دے ہر آنے والا محشر!

زِ من بر صوفی و مُلّا سلامے
کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
ولے تاویلِ شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفےٰ را

خدا رکھے یہ صوفی اور مُلّا
جو ہم تک لائے پیغامِ خدا بھی
مگر حیراں ہیں تاویلوں سے ان کی
خدا بھی، جبرئیل و مصطفےٰ بھی

زِ دوزخ واعظِ کافر گرے گفت
حدیثِ خوش تراز وے کافرے گفت
نداند آں غلام احوال خود را
کہ دوزخ را مقامِ دیگرے گفت

کہا واعظ نے سب احوالِ دوزخ
حدیث خوشتر اک کہتا ہے کافر
"نہ جانے وہ غلام احوال اپنے
کہ جو دوزخ کو سمجھے آسماں پر!"

مریدے خود شناسے، پختہ کارے
بہ پیرے گفت حرفِ نیش دارے
بہ مرگِ ناتمامے جاں سپردن
گرفتن روزی از خاکِ مزارے

مریدِ خود شناس و پختہ کار اک
یہ اپنے پیر سے اک روز بولا
"ہے مرگِ ناتمام اُن کا مقدر
جو قبروں سے کمائیں رزق اپنا!"

پسر را گفت پیرِ خرقہ بازے
ترا ایں نکتہ باید حرزِ جاں کرد
بہ نمرودانِ ایں دور آشنا باش
زِ فیضِ شاں براہیمی تواں کرد

پسر سے اپنے پیرِ خرقہ باز اک
یہہ کہتا تھا" یہ نکتہ حرزِ جاں کر
رکھ اپنے وقت کے نمرُودکو دوست
اسی صورت براہیمی میاں کر!"

(۵)

## رومیؒ

بہ کامِ خود دگر آں کہنہ مئے ریز
کہ با جامش نیرزد ملکِ پرویز
زِ اشعارِ جلال الدین رومیؒ
بہ دیوارِ حریمِ دل بیاویز

وہی مئے جام میں پھر ڈال اپنے
ہے اک جام اس کا افزوں ملکِ جم سے
جلال الدین رومیؒ کے سخن سے
حریمِ دل کی دیواریں سجالے!

بگیر از ساغرش آں لالہ رنگے
کہ تاثیرش دہد لعلے بہ سنگے
غزالے را دلِ شیرے بہ بخشد
بشوید داغ از پشتِ پلنگے

وہ لالہ رنگ لے ساغر سے اس کے
کہ پتھر میں جو روحِ لعل پھونکے
غزالوں کو جو دل شیروں کا بخشے
کہ جو چیتوں کے داغِ پشت دھودے

نصیبے بردم از تاب و تبِ اُو
شبم مانندِ روز از کوکبِ اُو
غزالے در بیابانِ حرم بیں
کہ ریزد خندہ شیر از لبِ اُو

عطا مجھ کو ہوی اس کی تب و تاب
مری رات اس کے کوکب سے منوّر
غزال ایسا ہے وہ دشتِ حرم کا
ہنسی ہے شیر کی جس کے لبوں پر

سراپا درد و سوزِ آشنائی
وصالِ اُو زبان دانِ جُدائی
جمالِ عشق گیرد از نئے او
نصیبے از جلالِ کبریائی

سراپا درد و سوزِ آشنائی
وصال اس کا زباں دانِ جدائی
جمالِ عشق میں بھی اُس کی نئے سے
درخشاں ہے جلالِ کبریائی!

گرہ از کارِ ایں ناکارہ وا کرد
غبارِ رہ گزر را کیمیا کرد
نئے آن نے نوازے پاک زادے
مرا با عشق و مستی آشنا کرد

گرہ کاموں کی میرے اس نے وا کی
غبارِ راہ میری کیمیا کی!
اُسی قدسی نفس کی نئے نے مجکو
یہ دولت عشق و مستی کی عطا کی

بروئے من درِ دل باز کردند
زِ خاکِ من جہانے ساز کردند
زِ فیضِ اُو گرفتم اعتبارے
کہ با من ماہ و انجم راز کردند

درِ دل سارے مجھ پر ہو گئے باز
بنی یہ خاک بھی میری جہاں ساز
اُسی کا فیض ہے یہ سب کہ جس سے
ہوا ہوں میں مہ و انجم کا ہمراز

خیالش با مہ و انجم نشیند
نگاہش آں سوئے پرویں بہ بیند
دلِ بے تابِ خود را پیشِ او نہ
دمِ او رعشہ از سیماب چیند

خیال اس کا مہ و انجم نشیں ہے
نظر، سو سوئے پرویں ہے رم اُس کا!
دلِ بے تاب اس کے آگے رکھ دے
سکوں پارے کو بھی بخشے دم اُس کا

زِ رومیؒ گیر اسرارِ فقیری
کہ آں فقر است محسودِ امیری
حذر زاں فقر و درویشی کہ از وے
رسیدی بر مقامِ سربزیری

سمجھ رومیؒ سے اسرارِ فقیری
کہ ہے وہ فقر محسودِ امیری
حذر اُس فقر و درویشی سے جس نے
دکھایا ہے مقامِ سربزیری

خودی تا گشت مہجورِ خدائی
بہ فقر آموخت آدابِ گدائی
زِ چشمِ مستِ رومیؒ وام کردم
سرورے از مقامِ کبریائی

خودی سے جب ہوئی رخصت خدائی
تو سیکھی فقر نے خوئے گدائی
وہ چشمِ مستِ رومیؒ تھی کہ جس نے
مجھے بخشا سرورِ کبریائی!

Hasnain Sialvi



مئے روشن ز تاکِ من فرو ریخت
خوشا مردے کہ در داما نم آویخت
نصیب از آتشے دارم کہ اوّل
سنائیؒ از دلِ رومیؒ برانگیخت

مئے روشن مری شاخوں سے ٹپکے
خوشا دامن جو میرا بڑھ کے تھامے
وہی ہے آگ مجھ میں، جو بھری تھی
سنائیؒ نے دلِ رومیؒ میں پہلے:

(۶)

# پیامِ فاروق

تو اے بادِ بیاباں از عرب خیز
ز نیلِ مصریاں موجے برانگیز
بگو فاروق را پیغامِ فاروقؓ
کہ خود در فقر و سلطانی بیامیز

عرب سے اٹھ پھر اے بادِ بیاباں
بپا کر نیل میں پھر کوئی طوفاں
سنا فاروق کو پیغامِ فاروقؓ
"بہم کر فقر و سلطانی کے ساماں"

خلافت فقر با تاج و سرِ پر است
زہے دولت کہ پایاں ناپذیر است
جواں بختا! مدہ از دست ایں فقر
کہ بے اوٗ پادشاہی زوٗد میر است

خلافت کیا؟ ہوں فقر و تاج باہم
کہ یہ دولت نہیں آنی و فانی!
جواں بختا! نہ دے ہاتھوں سے یہ فقر
بِن اُس کے بادشاہی آنی جانی!

جواں مردے کہ خود را فاش بیند
جہانِ کہنہ را باز آفریند!!
ہزاراں انجمن اندر طوافش
کہ با اوٗ خویشتن خلوت گزیند

جو خود کو فاش دیکھے گا کرے گا
جہانِ کہنہ کی بازآفرینی!
ہزاروں محفلیں گرد اُس کے گھومیں
کہ ساتھ اُس کے کریں خلوت گزینی

بروئے عقل و دل بکشائے ہر در
بگیر از پیرِ ہر میخانہ ساغر
"دراں کوشش از نیازِ سینہ پرور
کہ دامن پاک داری آستیں تر"
(امیر خسرو؟)

ہر اک در اپنے عقل و دل پہ وا کر
اُٹھا ہر ایک میخانہ سے ساغر
نیازِ سینہ پرور سے یہ کر سعی
کہ دامن پاک ہو اور آستیں تر!

خنک آں ملتے بر خود رسیدہ
زِ دردِ جستجو نا آرمیدہ
درخشِ او تہہِ ایں نیلگوں چرخ
چو تیغے از میاں بیروں کشیدہ

زہے ملت کہ خود سے آشنا ہو
ہو دردِ جستجو سے سخت مضطر
چمک اس کی ہے زیرِ چرخِ گردوں
میاں سے جیسے ہو تلوار باہر

چہ خوش زد ترک ملاحے سرودے
رخِ او احمرے، چشمش کبودے
بہ دریا گر گرہ افتد بہ کارم
بجز طوفاں نمی خواہم کشودے

غضب کا گیت گائے ترک ملاح
وہ نیلی اس کی آنکھیں، رخ بھبوکا!
پڑے مشکل جو کوئی عینِ دریا
"بجز طوفاں نہ چاہوں میں حل اُس کا!"

جہاں گیری بہ خاکِ ما سرشتند
امامت در جبینِ ما نوشتند
درونِ خویش بنگر آں جہاں را
کہ تخمش در دلِ فاروقؓ کشتند

جہاں گیری ہے مٹی میں ہماری
امامت لکھی ہے نورِ جبیں پر
دلِ فاروقؓ میں تھا بیج جس کا
جہاں وہ دیکھ ناداں! اپنے اندر!

کسے کو داند اسرارِ یقیں را
یکے بیں می کند چشمِ دو بیں را
بیا میزند چوں نورِ دو قندیل
میندیش افتراقِ ملک و دیں را

سمجھتا ہے جو اسرارِ یقیں کو!
وہ یک بیں کرتا ہے چشمِ دو بیں کو
ملائیں جیسے دو قندیل کا نور
جدا مت کر یونہی تو ملک و دیں کو

مسلمانے کہ خود را امتحاں کرد
غبارِ راہِ خود را آسماں کرد
شرارِ شوق اگر داری! نگہ دار
کہ با وے آفتابی می تواں کرد

مسلماں جس نے خود کو آزمایا
فلک تک پہونچی گردِ راہ اُس کی
شرارِ شوق ہے تو رکھ بچا کر
کہ کر سکتے ہیں اس سے آفتابی

(۷)

# شعرائے عرب

بگو از من نوا خوانِ عرب را
بہائے کم نہادم لعلِ لب را
ازاں نورے کہ از قرآں گرفتم
سحر کردم صد و سی سالہ شب را

عرب شاعر سے کہہ دو میرے نزدیک
کوئی قیمت نہیں ہے لعلِ لب کی
کیا قرآں سے حاصل نور میں نے
سحر کر دی صد و سی سالہ شب کی!

بہ جاں ہا آفریدم ہائے و ہُو را
کفِ خاکے شمردم کاخ و کُو را
شود روزے حریفِ بحرِ پُر شور
زِ آشوبے کہ دادم آبجُو را

ہر اک جاں میں بپا اک ہائے و ہُو کی
کہا اک مشتِ خاک اِس کاخ و کُو کو
حریفِ بحر ہو جائے گی اک دن
دیا میں نے وہ آشوب آبجُو کو

۵ ـــ ۱۳۰ سالہ رات

تو ہم بگزار آں صورت نگاری
مجو غیر از ضمیرِ خویش یاری
بہ باغِ ما بر آوردی پر و بال
مسلماں را بدہ سوزے کہ داری

خدارا چھوڑ یہ صورت نگاری
ضمیرِ دل کی اپنے ڈھونڈھ یاری
مسلماں کے تنِ بے رُوح کو دے
وہ اپنا سوز و تب وہ بے قراری

بہ خاکِ ما دلے، در دِل غمے ہست
ہنوز ایں کہنہ شاخے را نمے ہست
بہ افسونِ ہنر آں چشمہ بکشائے
درونِ ہر مسلماں زمزمے ہست

ابھی ہم میں ہے دل اور دل میں ہے غم
ابھی اس شاخِ کہنہ میں ہے کچھ نم
ہنر سے اپنے جاری کر یہ چشمہ
کہ قلبِ ہر مسلماں میں ہے زمزم

مسلماں بندۂ مولا صفات است
دلِ اُو سرّے از اسرارِ ذات است
جمالش جز بہ نورِ حق نہ بینی
کہ اصلش در ضمیرِ کائنات است

مسلماں بندۂ مولا صفت ہے
دل اُس کا ذاتِ حق کا سرِ مخفی
ضمیرِ کائنات اس کا نشیمن
خدا کے نور سے دیکھ اس کو تو بھی!

بدہ با خاکِ اُو آں سوز و تابے
کہ زاید از شبِ اُو آفتابے
نوا آں زن کہ از فیضِ تو اُو را
دگر بخشند ذوقِ انقلابے

وہ سوز و تاب دے مٹی کو اس کی
کہ اس کی شب سے سورج ہو ہویدا
نوا زن ہو کہ تیرے فیض سے پھر
وہ ذوقِ انقلاب اس میں ہو پیدا

مسلمانی غمِ دل را خریدن
چو سیماب از تپِ یاراں تپیدن
حضورِ ملّت از خود در گزشتن
دِگر بانگِ انا الملّت کشیدن

مسلمانی! غمِ دل کی خریدی
تپِ یاراں سے تپنا مثلِ پارہ
حضورِ ملّت اپنے سے گزرنا
لگانا پھر انا الملّت کا نعرہ

کسے کو، فاش دید اسرارِ جاں را
نہ بیند جز بہ چشمِ خود جہاں را
نوائے آفریں در سینۂ خویش
بہارے می تواں کردن خزاں را

جو دیکھے فاش تر اسرارِ جاں کو
خود اپنی آنکھ سے دیکھے جہاں کو
نوا پیدا کرے سینہ میں اپنے
بہاراں میں پلٹ دے ہر خزاں کو

نگہدار آنچہ در آب و گلِ تُست
سرور و سوز و مستی حاصلِ تُست
تہی دیدم سبوئے ایں و آں را
مئے باقی بہ مینائے دلِ تست

سرور و سوز و مستی تیرا حاصل
سنبھال اسکو جو ہے اس آب و گل میں
سبو سب کے تہی ہیں، پر ہے اب بھی
مئے باقی تری مینائے دل میں

شبِ ایں کوہ و دشتِ سینہ تابے
نہ در وے مرغکے نے موجِ آبے
نہ گردد روشن از قندیلِ رہباں
تو می دانی کہ بایدٗ آفتابے

یہ صحرا تیرہ و تاریک جس میں
کوئی طائر نہ موجِ آب ہی ہے
نہ ہو گا شمعِ رہبانی سے روشن
ضرورت مہرِ عالم تاب کی ہے

نکومی خواں خطِ سیمائے خود را
بدست آور رگِ فردائے خود را
چو من پا در بیابانِ حرم نہ
کہ بینی اندرو پہنائے خود را

ذرا پڑھ اپنی پیشانی کی تحریر
رگِ فردا پہ اپنی ہاتھ رکھ دے
قدم دشتِ حرم میں رکھ مری طرح
کہ اپنی وسعتوں کو اس میں دیکھے

(۸)

# فرزندِ صحرا

سحر گاہاں کہ روشن شد در و دشت
صدا زد مرغے از شاخِ نخیلے
فرو ہل خیمہ اے فرزندِ صحرا
کہ نتواں زیست بے ذوقِ رحیلے

سحر گہ جب ہوئے روشن در و دشت
لبِ مرغِ سرا پر یہ صدا ہے
اٹھا دے خیمہ اے فرزندِ صحرا
کہ بے ذوقِ سفر جینا ہی کیا ہے

عرب را حق دلیلِ کاروان کرد
کہ اوؒ با فقرِ خود را امتحاں کرد
اگر فقرِ تہی دستاں غیوراست
جہانے را تہہ و بالا تواں کرد

عرب نے حق کو شمعِ راہ جانا!
کہ خود کو فقر سے بھی آزمایا
اک عالم کو تہہ و بالا وہ کردے
اگر ہو فقر غیرت مند تیرا

درآں شب ہا فروغِ صبحِ فرداست
کہ روشن از تجلّی ہائے سیناست
تن و جاں محکم از بادِ درودشت
طلوعِ امتاں از کوہ و صحراست

ہے اُس شب میں فروغِ صبحِ فردا
کہ ہیں جس میں تجلّی ہائے سینا
تن و جاں بادِ صحرا سے ہیں محکم
اُبھاریں اُمتوں کو کوہ و صحرا

(۹)

# تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

کون جانے کہ ہو اس گرد میں بھی کوئی سوار

دگر آئینِ تسلیم و رضا گیر
طریقِ صدق و اخلاص و وفا گیر
مگو شعرم چنیں است و چناں نیست
جنونِ زیرکے از من فرا گیر

وہی آئینِ تسلیم و رضا سیکھ
طریقِ صدق و اخلاص و وفا سیکھ
نہ کر شعروں کی میرے حرف گیری
جنونِ زیرک آ مجھ سے ذرا سیکھ

چمن باز آں جنوں ویرانہ گردد
کہ از ہنگامہ ہا بیگانہ گردد
ازاں ہوئے کہ افگندم دریں شہر
جنوں ماند و لے فرزانہ گردد

چمن کو وہ جنوں ویرانہ کردے
کہ ہنگاموں سے جو بیگانہ کردے
ولیکن نعرۂ یاھوٗ یہ میرا
جنوں کو بھی یہ کچھ فرزانہ کردے

نختیں لالۂ صبحِ بہارم
پیاپے سوزم از داغے کہ دارم
بچشمِ کم مبیں تنہائیم را
کہ من صد کارواں گُل در کنارم

ہوں پہلا لالۂ صبحِ بہاراں
کہ داغِ دل سے ہوں ہر لحہ سوزاں
مری تنہائیوں کو کم نہ جانو
کہ میں صد کارواں گل ہوں بداماں

پریشانم چو گردِ رہ گزارے
کہ بر دوشِ ہوا گیرد قرارے
خوشا بختے و خرّم روزگارے
کہ بیروں آید از من شہسوارے

پریشاں مثلِ گردِ رہ گزر ہوں
قرار آئے جسے دوشِ ہوا پر
عجب کیا ہے کہ مجھ میں سے اچانک
کبھی اک شہسوار آئے نکل کر!

خوشں آں قومے پریشاں روزگارے
کہ زاید از ضمیرش پختہ کارے
نمودش ہمچو فرے از اسرارِ غیب است
زہر گردے بروں ناید سوارے

خوشا وہ قومِ حیران و پریشان
کہ جس سے کوئی پختہ کار اُٹھے
نمود اس کی بھی ہے اک سِرِّ غیبی
سوار آتا نہیں ہر گرد میں سے!

بہ بحرِ خویش چوں موجے تپیدم
تپیدم تا بہ طوفانے رسیدم
دگر رنگے ازیں خوشتر ندیدم
بہ خونِ خویش تصویرش کشیدم

مثالِ موج دریا میں تپا ہوں
ہوئی تب میری طوفاں تک رسائی
کوئی رنگ اس سے بہتر تو نہ دیکھا
لہو سے اپنے شکل اس کی بنائی

نگاہش پُر کند خالی سبُو ہا
دواند مئے بہ تاکِ آرزُو ہا
زِ طوفانے کہ بخشد رائیگانی
حریفِ بحر گردد آب جُو ہا

رواں ہو مئے بھی شاخِ آرزو میں
نظر اُس کی بھرے خالی سبُو کو
حریفِ بحر ہو جائے گی اک دن
وہ بخشے ایسے طوفاں آبجُو کو

چو برگیرد زمامِ کارواں را
دہد ذوقِ تجلّی ہر نہاں را
کُند افلاکیاں را آنچناں فاش
تہہِ پا می کشد نہٗ آسماں را

وہ جب تھامے زمامِ کارواں کو
تو دے ذوقِ تجلّی ہر نہاں کو
کرے افلاکیوں کو اس طرح فاش
تہہِ پا روند دے ہفت آسماں کو

مبارک یاد کن آں پاک جاں را
کہ زاید آں امیرِ کارواں را
زِ آغوشش چنیں فرخندہ مادر
خجالت می دہم حورِ جناں را

مُبارک یاد دے اس پاک جاں کو
جنے جو اُس امیرِ کارواں کو
کہ اُس فرخندہ ماں کی گود سے میں
خجل کر دوں نہ کیوں حورِ جناں کو

دل اندر سینہ گوید دلبرے ہست
متاعے آفریں، غارت گرے ہست
بگوشم آمد از گردوں دمِ مرگ
شگوفہ چوں فرو ریزد برے ہست

کہے سینہ میں دل، "ہے کوئی دلبر!
ہے غارت گر بھی پیدا مال تو کر"
دمِ مرگ آئی گردوں سے یہ آواز
"گرے جب پھول تو پھل آئے باہر"!

(۱۰)

# خلافت و ملوکیت

عرب خود را بہ نورِ مصطفےٰ سوخت
چراغِ مردۂ مشرق برافروخت
ولیکن آں خلافت راہ گم کرد
کہ اوّل مومناں را شاہی آموخت

عرب نے لے کے نورِ مصطفائیؐ
چراغِ مردۂ مشرق جلایا!
خلافت تھی وہ رہ گم کردہ جس نے
سبق شاہی کا مومن کو پڑھایا!

خلافت بر مقامِ ما گواہی است
حرام است آنچہ بر ما پادشاہی است
ملوکیت ہمہ مکراست و نیرنگ
خلافت حفظِ ناموسِ الٰہی است

خلافت ہم پہ دیتی ہے گواہی
حرام آئی ہے ہم پر بادشاہی
ملوکیّت فقط اک مکر و نیرنگ
خلافت، حفظِ ناموسِ الٰہی!

در افتد با ملوکیت کلیمے
فقیرے بے کلاہے بے گلیمے
گہے باشد کہ بازی ہائے تقدیر
بگیرد کارِ صرصر از نسیمے!

فقیرِ بے کلہ بھی اک دن آخر
جھپٹتا ہے ملوکیّت کے اوپر
عجب کیا ہے کہ یہ تقدیر کے کھیل
نسیمِ صبح سے لیں کارِ صرصر!

ہنوز اندر جہاں آدم غلام است
نظامش خام و کارش ناتمام است
غلامِ فقرِ آں گیتی پنا ہم
کہ در دینش ملوکیّت حرام است

غلام اب تک بھی دنیا میں ہے آدم
نظام اس کا ہے خام اور کام آدھا!
ہوں اُس گیتی پنہؐ کا بندۂ فقر
ملوکیت ہے جس کے دیں میں عنقا

محبت از نگاہش پائدار است
سلوکش عشق و مستی را عیار است
مقامش عبدہٗ آمد، ولیکن
جہانِ شوق را پروردگار است

محبت پائیدار اس کی نگہ سے
سلوک اس کا عیارِ عشق و مستی
وہ ہے پروردگار عالمِ شوق
اگرچہ عبدہٗ ہے منزل اُس کی!

(۱۱)

# ترکِ عثمانی

بہ ملکِ خویش عثمانی امیر است
دلش آگاہ و چشم او بصیر است
نہ پنداری کہ رُست از بندِ افرنگ
ہنوز اندر طلسمِ او اسیر است

ہے عثمانی، امیر اپنے وطن میں
بصیر آنکھیں ہیں اُس کی دِل خبردار
مگر ٹوٹا کہاں وہ بندِ افرنگ
ہے اب بھی سحر میں اُس کے گرفتار

○

خنک مرداں کہ سحرِ اُو شکستند
بہ پیمانِ فرنگی دل نہ بستند
مشو نومید و با خود آشنا باش
کہ مرداں پیش ازیں بودند و ہستند

خوشا جو بڑھ کے اُس کا سحر توڑے
نہ کردے دل فرنگی کے حوالے
نہ ہو مایوس خود سے آشنا ہو
کہ لوگ آخر رہے ہیں اس سے پہلے!

○

بہ ترکاں آرزوئے تازہ دادند
بنائے کارِ شاں دیگر نہادند
ولیکن کو، مسلمانے کہ بیند
نقاب از روئے تقدیرے کشادند

نئی اک آرزو ترکوں کو بخشی
نئی اُن کی بنائے کار رکھی
اٹھی ہے جو نقابِ رُوئے تقدیر
کسی مردِ خدا نے وہ بھی دیکھی؟

(۱۲)

# دختران ملت

بہل اے دخترک ایں دلبری ہا
مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمالِ غازہ پرور
بیاموز از نگہ غارت گری ہا

نہ کر اے دختر! اتنی دلبری بھی!
مسلماں کو ہے زیبا کافری بھی؟
جمالِ غازہ پرور پر نہ دل ہار
نگہ سے سیکھ کچھ غارت گری بھی

نگاہ تست شمشیرِ خدا داد
بزخمش جانِ ما را حق ہما داد
دلِ کامل عیار آں پاک جاں برد
کہ تیغ خویش را آب از حیا داد

نگہ تیری ہے شمشیرِ خدا داد!
اب اس کے زخم کا حق ہم کو پہونچا
ہمارا دل وہی لے گی کہ روشن
حیا کی آب سے خنجر ہے جس کا!

ضمیرِ عصرِ حاضر بے نقاب است
گشادش در نمودِ رنگ و آب است
جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز
کہ او با صد تجلّی در حجاب است

فغاں یہ عہدِ حاضر! جس کے نزدیک
بس آب و رنگ ہے وجہِ تسلّی!
جہاں تابی خدا کے نور سے سیکھ
کہ جو پردے میں ہے با صد تجلّی

جہاں را محکمی از امہات است
نہادِ شان امینِ ممکنات است
اگر این نکتہ را قومے نہ داند
نظامِ کاروبارش بے ثبات است

جہاں محکم ہے ماؤں ہی کے دم سے
کہ ہے سب کچھ انھیں کے دم قدم سے
اگر یہ نکتہ ملّت نے نہ سمجھا!
تو منزل ہے قریب اس کی عدم سے

○

مرا داد ایں خرد پرور جنونے
نگاہِ مادرِ پاک اندرونے
ز مکتب چشم و دل نتواں گرفتن
کہ مکتب نیست جز سحر و فسونے

عطا اُس کی خرد پرور جنوں ہے
وہ مادر پاک جس کا اندروں ہے
نظر مل سکتی ہے مکتب سے نے دل
کہ مکتب صرف اک سحرِ فسوں ہے

○

خنک آں ملتے کز وارداتش
قیامت ہا بہ بیند کائناتش
چہ پیش آید چہ پیش افتاد اورا
تواں دید از جبین امہاتش

خوشا وہ قوم جد و جہد جس کی
قیامت اک بپا کر دے زمیں پر
سدا ماضی و مستقبل کا پرتو
عیاں ہو جس کی اؤں کی جبیں پر

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار اُمّت بمیرد تو نمیری
بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرؓ بگیری

نصیحت ہے یہ تیرے حق میں کمبیر
چلے گا پھر نہ تجھ پر موت کا تیر
نہاں اس عہد سے ہو، فاطمہؓ بن
کہ ہو آغوش میں تیرے بھی شبیرؓ

زِ شامِ ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو می دانی کہ سوزِ قرأت تو
دگرگوں کرد تقدیر عمرؓ را

ہماری شب سے باہر لا سحر کو
سبق قرآں سے دے اہلِ نظر کو
بہ قول اس کو کہ برہم کر دیا تھا
ترقی قرأت نے تقدیرِ عمرؓ کو

ــــ ۵ ــــ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۳)

# عصرِ حاضر

چہ عصر است ایں کہ دل فریادیِ اوست
ہزاراں بند در آزادیِ اوست
زِ روئے آدمیت رنگ و نم بُرد
غلط نقشے کہ از بہزادیِ اوست

ہزاروں بند آزادی میں اس کی
یہ کیسا دور ہے؟ فریاد! فریاد!
کہ روئے آدمیت سے گیا نم
غلط نقش اُہ کتنا ہے یہ بہزاد!

○

نگاہش نقش بند کافری ہا
کمالِ صنعتِ او آذری ہا!
حذر از حلقۂ بازارگانش
قمار است ایں ہمہ سوداگری ہا

کمالِ صنعت اس کا آذری ہے
نگہ صورت نگارِ کافری ہے
حذر کر اُس کے حلقہ سے کہ جس میں
جوئے بازی بہ رنگِ تاجری ہے

○

جواناں را بد آموز است ایں عصر
شبِ ابلیس را روز است ایں عصر
بداما نش مثالِ شعلہ پیچم
کہ بے نور است و بے سوز است ایں عصر

جوانوں کا ہے بد آموز یہ عصر
شبِ ابلیس کا ہے روز یہ عصر
مثالِ شعلہ میں پیچاں ہوں اسمیں
کہ ہے بے نُور اور بے سوز یہ عصر

○

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد
ولیکن الاماں از عصرِ حاضر
کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

مسلماں کے ضمیرِ خود شکن نے
متاعِ فقر و سلطانی بہم کی
ولیکن الاماں یہ عصرِ حاضر
کہ سلطانی سے شیطانی بہم کی

○

چہ گویم رقصِ تو چوں است و چوں نیست
حشیش است ایں نشاطِ اندروں نیست
بہ تقلیدِ فرنگی پائے کوبی
بہ رگ ہائے تو آں طغیانِ خوں نیست

حشیشی کیف ہے یہ رقص تیرا
نشاطِ اندروں تجھ میں کہاں ہے؟
ہے پاکوباں بہ تقلیدِ فرنگی
مگر وہ جوشِ خوں تجھ میں کہاں ہے؟

(۱۴)

## برہمن

درِ صد فتنہ را بر خود گشادی
دو گامے رفتی و از پا فتادی
برہمن از بتاں طاقِ خود آراست
تو قرآں را سرِ طاقے نہادی

کئے وا تو نے بھی فتنوں کے سو در
چلا اور گر پڑا دو گام چل کر
برہمن نے سجائے طاق اور تو
ہوا گم طاق پر قرآں رکھ کر

○

برہمن را نگویم ہیچ کارہ
کند سنگِ گراں را پارہ پارہ
نیاید جز بہ زورِ دست و بازو
خدائے را تراشیدن زِ خارہ

برہمن کو نہ سمجھو ہیچ کارہ
کرے سنگِ گراں وہ پارہ پارہ
نہ ہو جبتک کہ زورِ دست و بازو
خدا بنتا نہیں یہ سنگِ خارہ!

○

نگہہ دارد برہمن کارِ خود را
نمی گوید بہ کس اسرارِ خود را
بہ من گوید کہ از تسبیح بگذر
بہ دوشِ خود بہ برد زنّارِ خود را

برہمن کا ہے ستّرہ کار اپنا
نہیں کہتا کبھی اسرار اپنا
کہا مجھ سے کہ آ تسبیح سے باز
رکھ اپنے دوش پر زنّار اپنا

برہمن گفت "برخیز از دیر غیر
زیارانِ وطن ناید بہ جز خیر
بہ یک مسجد دو مُلّا می نہ گنجد
ز افسونِ بتاں گنجد بہ یک دیر"

برہمن نے کہا "چھوڑ اب دیرِ غیر
نہیں تجھ سے توقع کچھ بہ جز خیر
نہ بیٹھیں ایک مسجد میں دو مُلّا
فسونِ بُت سے مل بیٹھیں سرِ دیر"

(۱۵)

## تعلیم

تب و تابے کہ باشد جاودانہ
سمندِ زندگی را تازیانہ
بہ فرزنداں بیاموز آں تب و تاب
کتاب و مکتب افسون و فسانہ

وہ تاب و تب کہ جو ہے جاودانہ
سمندِ زندگی کو تازیانہ
سکھا وہ تاب و تب اپنے پسر کو
کتاب و مکتب افسون و فسانہ

○

زِ علمِ چارہ سازے بے گدازے
بسے خوشتر نگاہِ پاک بازے
نکوتر از نگاہِ پاک بازے
دِلے از ہر دو عالم بے نیازے

اس عِلم بے گداز و چارہ گر سے
نگہ کی پاک بینی ہے مکرّم!
نگاہِ پاک بیں سے بھی ہے برتر
جو دل ہے بے نیازِ ہر دو عالم

○

بہ آں مومن خدا کارے نہ دارد
کہ در تن جانِ بیدارے نہ دارد
ازاں از مکتبِ یاراں گریزم
جوانِ خود نگہدارے نہ دارد

خدا کو ایسے مومن سے نہیں کام
نہ ہو جس کے بدن میں جانِ بیدار
گریزاں مکتبِ یاراں سے ہوں میں
جواں جس کے نہیں ہیں خود نگہدار

○

زِ من گیر ایں کہ مردِ کور چشمے
زِ بینائے غلط بینے نکو تر!
زِ من گیر ایں کہ نادانِ نکو کیش
زِ دانش مندِ بے دینے نکو تر

یہ سُن مجھ سے کہ مردِ کور چشم اک
ہے بینائے غلط بیں سے نکو تر
یہ سُن مجھ سے کہ نادانِ نکو کیش
ہے دانش مند بے دیں سے نکو تر

○

ازاں فکرِ فلک پیما چہ حاصل
کہ گردِ ثابت و سیّارہ گردد
مثالِ پارۂ ابرے کہ از باد
بہ پہنائے فضا آوارہ گردد

یہ ہے فکرِ فلک پیما کا حاصل
کہ گردِ ثابت و سیارہ ہو جائے؟
مثالِ ابر جھونکوں سے ہوا کے
فضا میں سر بسر آوارہ ہو جائے؟

○

ادب پیرایۂ نادان و داناست
خوش آں کو از ادب خود را بیاراست
ندارم آں مسلماں زادہ را دوست
کہ در دانش فزود و در ادب کاست

ادب، نادان و دانا سب کا زیور
خوشا وہ جس نے اپنایا ادب کو
مجھے کیا اُس مسلماں زادہ سے جو
ادب میں کم ہو، دانش میں فزوں ہو!

○

ترا نومیدی از طفلاں روا نیست
چہ پروا اگر دماغِ شاں رسا نیست
بگو اے شیخِ مکتب گر بہ دانی
کہ دل در سینۂ شاں ہست یا نیست

اگر ذہنِ رسا یہ تیرے لڑکے
نہیں رکھتے تو کچھ پروا نہیں ہے
مگر اے شیخِ مکتب! یہ بتادے
کہ دل سینہ میں ہے بھی یا نہیں ہے؟

بہ پورِ خویش دین و دانش آموز
کہ تابد چوں مہ و انجم نگینش
بدستِ اوٗ اگر دادی ہنر را
یدِ بیضا ست اندر آستینش

مزیّن علم سے تیرا پسر ہے
تو مہر و ماہ ہیں اُس کے نگیں میں
اگر ہے ہاتھ میں اُس کے ہنر کچھ
یدِ بیضا ہے گویا آستیں میں

○

نوا از سینۂ مرغِ چمن برد
زِ خونِ لالہ آں سوزِ کہن برد
بہ ایں مکتب بہ ایں دانش چہ نازی
کہ ناں در کف نہ داد و جاں زِ تن برد

نوا مرغِ چمن سے چھین لی اور
اڑایا سوز لالہ کے جگر سے
ہے کیا اُس دانش و مکتب کا حاصل
کہ روٹی بھی نہ دے اور جان بھی لے!

○

خدایا وقتِ آں درویش خوش باد
کہ دِل ہا ازدمش چوں غنچہ بکشاد
بہ طفلِ مکتبِ ما ایں دعا گفت
پئے نانے بہ بندِ کس میفتاد!

حق اُس درویش کو دل شاد رکھے
کِھلے دل اس کے دم سے غنچہ جیسے
بہ حقِ طفلِ مکتب یہ دعا کی
کہ روٹی کے لئے خود کو نہ بیچے!

○

کسے کو لا الٰہ را در گرہ بست
ز بندِ مکتب و مُلّا بروں جست
باآں دین و باآں دانش مپرداز
کہ از ما می برد چشم و دل و دست

گرہ میں جس نے باندھا لا الٰہ کو
لگائی اس نے پھر کتب سے اک جست
نہ جا اس دین و دانش پہ کبھی تو
جو ہم سے چھین لیں چشم و دل و دست

○

چو می‌بینی کہ رہزنِ کارواں گشت
چہ پرسی کاروانے را چساں گشت
مباش ایمن ازاں علمے کہ خوانی
کہ ازوے روحِ قومے می‌تواں کشت

عیاں تجھ پر ہے سب کچھ مجھ سے مت پوچھ
ہوا ہے کارواں کس طرح مجروح
نہ رہ غافل، حذر اس علم سے کر
کہ مر جاتی ہے جس سے قوم کی روح!

○

جوانِ خوش گلے رنگیں کلاہے
نگاہِ او چو شیراں بے پناہے
بہ مکتب علمِ میشی را بیاموخت
میسّر نایدش برگِ گیاہے!

جواں ہے خوش گلِ و رنگیں کلہ بھی
کہ شیروں سی ہے تیز اس کی نگہ بھی
مگر سیکھا ہے اس نے علم میشی
نہ آئیگی میسّر برگِ کہہ بھی

شتر را بچہ او گفت در دشت
نمی بینم خدائے چار سوٗ را
پدر گفت اے پسر چوں پا بلغزد
شتر ہم خویش را بیند ہم اوٗ را

کہا اک اونٹ سے اس کے پسر نے
"خدا کی میں نے صورت ہی نہ دیکھی!"
شتر بولا کہ "پھسلے جب ترا پیر
تو خود کو دیکھ لے گا اور اُسے بھی!"

(۱۶)

# تلاشِ رزق

پریدن از سرِ بامے بہ بامے
نہ بخشد جرّہ بازاں را مقامے
زِ نخچیرے کہ جز مشتِ پرے نیست
ہماں بہتر کہ میری در کنامے

اگر دیوار تک ہے تیری پرواز
نہیں ہے بد نصیبی اس سے بڑھکر
ملے اک مشتِ پر تجھکو تو اس سے
نشیمن ہی میں مر جانا ہے بہتر

نگر خود را بہ چشم محرمانہ
نگاہِ ماست مارا تازیانہ
تلاشِ رزق ازاں دادند مارا
کہ باشد پر کشودن را بہانہ

نگہہ خود پر بھی کر اک محرمانہ
نگہہ اپنی ہے ہم کو تازیانہ
تلاشِ رزق ہم کو دی گئی ہے
کہ ہو پر کھولنے کو اک بہانہ

(۱۷)

# نہنگ با بچۂ خویش

## نہنگ اپنے بچہ سے

نہنگے بچۂ خود را چہ خوش گفت
بہ دینِ ما حرام آمد کرانہ!
بہ موج آویز واز ساحل بہ پرہیز
ہمہ دریاست مارا آشیانہ!

نہنگ اپنے پسر سے کہہ رہا تھا
نہیں جایز مرے دیں میں کرانہ°
سدا موجوں میں رہ ساحل سے بچکر
فقط دریا ہے اپنا آشیانہ

° - ساحل

تو در دریا نہٗ، اوٗ در برِ تست
بہ طوفاں در فتادن جوہرِ تست
چو یک دم از تلاطم ہا بیاسود
ہمیں دریائے تو غارت گرِ تست

نہیں دریا میں تو، دریا ہے تجھ میں
مچلنا اس میں ہے جوہر بھی تیرا
لیا آرام گر اک پل بھی تو نے
یہی دریا ہے غارت گر بھی تیرا!

(۱۸)

# خاتمہ

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم
حدیثِ عشق بیباکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ اُمّت
ترا با شوخیِ رندانہ گفتم!

مجھے ساقی نہ پیمانے سے مطلب
حدیثِ عشق بیباکانہ کہدی
سُنی جو بات پاکانِ حرم سے
وہی با شوخیِ رندانہ کہدی

○

بہ خود باز آ و دامانِ دلے گیر
درونِ سینۂ خود منزلے گیر
بدہ ایں کشت را خونابۂ خویش
فشاندم دانہ من تو حاصلے گیر

سنبھل کر تھام لے اب دامنِ دل
بنا سینہ کو اپنے اپنی منزل
گر اس کھیتی کو سیراب اپنے خوں سے
گراؤں دانہ میں، تو توڑ حاصل!

○

حرم جز قبلۂ قلب و نظر نیست
طوافِ او طوافِ بام و در نیست
میانِ ما و بیت اللہ رمزیست
کہ جبریلِ امیںؑ را ہم خبر نیست

حرم بس قبلۂ قلب و نظر ہے
طواف اس کا نہ طوفِ بام و در ہے
وہ ہم میں اور بیت اللہ میں ہے رمز
کہ خود جبریلؑ اس سے بے خبر ہے!

# حضورِ عالمِ انسانی

آدمیّت احترامِ آدمی
باخبر شو از مقامِ آدمی

(جاویدنامہ)

آدمیت آدمی کا احترام

جان لے! کیا آدمی کا ہے مقام

# تمہید

(۱)

بیا ساقی! بیار آں کہنہ مئے را
جوانِ فرو دیں کن پیرِ دے را
نوائے دہ کہ از فیضِ دمِ خویش
چو مشعل بر فروزم چوبِ نَے را

اٹھ اے ساقی مئے کہنہ پلادے
جوانِ فرو دیں کر، پیرِ دے کو!
عطا ہو اک نوا مجھ کو تو کردوں
فروزاں مثلِ مشعل چوبِ نے کو!

یکے از حجرۂ خلوت بروں آئے
بہ یادِ صبح گاہی سینہ بکشائے
خروشِ ایں مقامِ رنگ و بو را
بقدرِ نالۂ مرغے بیفزائے

نکل کر حجرۂ خلوت سے باہر
تماشائے گل و سرو و سمن کر!
اور اس گلشن کے ہنگاموں کو افزوں
بقدرِ نالۂ مرغِ چمن کر!

(۲)

زمانہ فتنہ ہا آورد و بگزشت
خساں را در بغل پرورد و بگزشت
دو صد بغداد را چنگیزیِ او
چو گورِ تیرہ بختاں کرد و بگزشت

زمانے نے اٹھائے فتنے کیا کیا
بغل میں اپنی پالے کتنے ناداں
ستم رانی نے اس کی کتنے بغداد
بنا کر رکھ دیئے اک گورِ ویراں

○

"بسا کس اندہِ فردا کشیدند
کہ دی مردند و فردا را ندیدند" (امیر خسروؒ)
خنک مرداں کہ در دامانِ امروز
ہزاراں تازہ تر ہنگامہ چیدند

غمِ فردا سبھی کو کھا رہا ہے
مگر دیکھا ہے کس نے روئے فردا؟
خوشا جو آج کے دامن میں دیکھے
ہزاروں تازہ تر ہنگامے برپا!

(۳)

چو بلبل نالۂ زارے نہ داری
کہ در تن جانِ بیدارے نہ داری
دریں گلشن کہ گل چینی حلال است
تو زخمے از سرِ خارے نہ داری

نہیں ہے نالہ زن تو مثلِ بلبل
ترے تن میں نہیں ہے جانِ بیدار
کہ جس گلشن میں گل چینی ہے جائز
نہ پہونچا تجکو اک زخمِ سرِ خار!

بیا بر خویش پیچیدن بیاموز
بہ ناخن سینہ کاویدن بیاموز
اگر خواہی خدا را فاش بینی!
خودی را فاش تر دیدن بیاموز

کبھی خود میں بھی ناداں! ڈوب کر دیکھ
عجب ہے سینہ کاوی میں اثر دیکھ
خدا کو دیکھنا ہی چاہتا ہے
خودی کو اپنی پہلے فاش تر دیکھ!

گلہ از سختیِ ایام بگزار
کہ سختی ناکشیدہ کم عیاراست
نمی دانی کہ آبِ جوئے باراں
اگر بر سنگ غلطد خوشگواراست

نہ کر ایام کی سختی کا شکوہ
کہ سختی ناکشیدہ کچھ نہیں ہے
جہاں پتھر سے ٹکراتی ہے ندّی
وہ منظر کتنا دل کش اور حسیں ہے!

کبوتر بچۂ خود را چہ خوش گفت
کہ نتواں زیست با خوئے حریری
اگر یا ھُوزنی از مستیِ شوق
کلہ را از سرِ شاہیں بگیری

کبوتر نے کہا اپنے پسر سے
کہ بچ خوئے حریری کے اثر سے
پکارے تو اگر لہرا کے یا ھُو
تو لے آئے کُلہ شاہیں کے سر سے

فتادی از مقامِ کبریائی
حضورِ دُوں نہاداں چہرہ سائی
تو شاہینی ولیکن خویشتن را
نگیری تا بہ دامِ خود نیائی!

گنوا بیٹھا مقامِ کبریائی
درِ اغیار پر کی چہرہ سائی
نہ ہوگی تجھ میں شاہینی ہویدا
کرے جب تک نہ خود سے آشنائی

خوشا روزے کہ خود را باز گیری
ہمیں فقر است کو بخشد امیری
حیاتِ جاوداں اندر یقین است
رہِ تخمین و ظن گیری بمیری!

خوشا وہ دن کہ پایا خود کو تو نے
کہ ہے اس فقر میں پنہاں امیری
حیاتِ جاودانی ہے یقیں میں
رہِ تخمین و ظن میں موت تیری!

تو ہم مثلِ من از خود در حجابی
خنک روزے کہ خود را باز یابی
مرا کافر کند اندیشۂ رزق
ترا کافر کند علمِ کتابی

مری ہی طرح پردہ میں ہے تو بھی
خوشا! اپنی کرے جب بازیابی!
مجھے کافر کرے اندیشۂ رزق
تجھے کافر کرے علمِ کتابی!

چہ خوش گفت اشترے با کرّۂ خویش
خنک آں کس کہ داند کارِ خود را!
بگیر از ما کہن صحرا نورداں
بہ پشتِ خویش بردن بارِ خود را!

کہا اک اونٹ نے اپنے پسر سے
خوشا سمجھے جو سرِّ کار اپنا
کہ مجھ صحرا نوردِ پیر سے سیکھ
اٹھانا اپنے اوپر بار اپنا

(۴)

مرا یاد است از دانائے افرنگ
بسا رازے کہ از بود و عدم گفت
ولیکن با تو گویم ایں دو حرفے
کہ با من پیر مردے از عجم گفت

مجھے ہے یاد درسِ پیرِ افرنگ
کہ جس میں راز تھے بود و عدم کے!
مگر میں تجھ سے کہتا ہوں یہ دو حرف
سُنے میں نے جو اک پیرِ عجم سے!

O

الا! اے کشتۂ نا محرمے چند
خریدی از پئے یک دل غمے چند
ز تاویلاتِ ملّایاں نکوتر!!
نشستن با خود آگاہے دمے چند

سن اے بیگانۂ یارانِ محرم
لگائے ایک دل کو تو نے سو غم
ہیں مُلّاؤں کی تاویلوں سے بہتر
کسی مردِ خود آگہ پاس کچھ دم!

(۵)

وجود است ایں کہ بینی یا نمود است
حکیمِ ما چہ مشکل ہا کشود است
کتابے بر فنِ غوّاص بنوشت
ولیکن در دلِ دریا نہ بود است

اسے ہستی کہیں گے یا کہ جلوا؟
خرد مند! آخرش ہے ماجرا کیا؟
کتابیں فنِّ غوّاصی پہ لکھیں
دلِ دریا میں لیکن خود نہ اُترا!

○

بہ ضربِ تیشہ بشکن بے ستوں را
کہ فرصت اندک و گردوں دو رنگ است
حکیماں را دریں اندیشہ بگزار!!!
شرر از تیشہ خیزد یا ز سنگ است

اٹھا کر تیشہ ڈھا دے بے ستوں کو
کہ فرصت کم ہے اور گردوں ہے دو رنگ
خرد مندوں کو رہنے دے اسی میں
شرر کی اصل تیشہ ہے کہ ہے سنگ؟

منہ از کف چراغِ آرزو را
بہ دست آور مقام ہائے و ہو را
مشو در چار سوئے ایں جہاں گم
بہ خود باز آ و بشکن چار سو را

نہ رکھ ہاتھوں سے شمعِ آرزو کو
سمجھ اوجِ مقامِ ہائے و ہو کو
نہ ہو گم اس جہانِ چار سو میں
سمجھ خود کو! گرا دے چار سو کو!

دلِ دریا سکوں بیگانہ از تُست
جنبش گوہر یک دانہ از تُست
اے موج! اضطرابِ خود نگہدار
ہ دریا را متاعِ خانہ از تُست

دلِ دریا سکوں بیگانہ تجھ سے
متاعِ گوہرِ یک دانہ تجھ سے
تو اے موج! اضطراب اپنا نہ کھونا
ہے دریا کی متاعِ خانہ تجھ سے!

○

دو گیتی را بہ خود باید کشیدن
نہ باید از حضورِ خود رمیدن
بہ نورِ دوش بیں امروزِ خود را
زِ دوش امروز را نتواں ربوُدن

دو عالم کو سمو لے اپنے اندر
نہ بیٹھ اپنی خودی سے دُور جاکر
ہے نورِ دوش سے امروز روشن
کسی صورت نہ دونوں کو جُدا کر!

○

بہ ما اے لالہ خود را وا نمودی
نقاب از چہرۂ زیبا کشودی
ترا' چوں بر دمیدی' لالہ گفتند
بشاخ اندر چساں بودی؟ چہ بودی؟

کیا اے لالہ! تو نے خود کو ظاہر
دِکھایا ہم کو اپنا روئے انور
ہوا ظاہر تو پایا نامِ لالہ!
نہاں تھا تو' تو تھے کیا تیرے تیور؟

(۶)

نگرید مرد از رنج و غم و درد
ز دوراں کم نشیند بر دلش گرد
قیاس اُو را مکن از گریۂ خویش
کہ ہست از سوز و مستی گریۂ مرد

رُلائیں مرد کو کیوں یہ غم و درد؟
رہے کیوں اس کے دل پر رنج کی گرد؟
ترا رونا نہیں ہے اس کا رونا
کہ ہے با سوز و مستی گریۂ مرد!

نہ پنداری کہ مردِ امتحاں مُرد
نمیرد گرچہ زیرِ آسماں مُرد
ترا شایاں چنیں مرگ است ورنہ
زہر مرگے کہ خواہی می تواں مُرد!

شہیدِ حق نہیں مرتا کسی سے
رہا ہوتا ہے گو اس زندگی سے
ترے شایاں ہے ایسی موت ورنہ
تجھے جو موت بھائے مر اُسی سے!

○

اگر خاکِ تو از جاں محرمے نیست
بشاخِ تو ہم از نیساں نمے نیست
زِ غم آزاد شو دم را نگہدار
کہ اندر سینۂ پُر دَم غمے نیست

ترا تن جاں کا گر محرم نہیں ہے
تو شاخوں میں بھی تیری نم نہیں ہے
حذر کر غم سے، دم کی کر حفاظت
اگر پُر دم ہے تو، تو غم نہیں ہے

○

پریشاں ہر دمِ ما از غمے چند
شریکِ ہر غمے نا محرمے چند
ولیکن طرحِ فردائے تواں ریخت
اگر دانی بہائے ایں دمے چند

مرا ہر لمحہ وقفِ کاہشِ غم
اور اس غم کا نہیں ہے کوئی محرم
مگر ممکن ہے رکھنا طرحِ فردا
گر اس لمحہ کی قیمت جان لیں ہم!

جواں مردے کہ دل با خویشتن بست
رود در بحر و دریا ایمن از شست
نگہ را جلوہ مستی ہا حلال است!
ولے باید نگہ داری دل و دست!

اگر دل تیرے بس میں ہے تو پھر تو
رہے گا بحر و دریا میں بھی یکسو
نگہ کو جلوہ مستی بھی ہے جائز
مگر رکھ اپنے دست و دل پہ قابو!

ازاں غم ہا دلِ ما دردمند است
کہ اصلِ او ازیں خاکِ نژند است
من و تو زاں غمِ شیریں ندانیم
کہ اصلِ او ز افکارِ بلند است

ہمارا دل اُسی غم سے گراں ہے
کہ جس کی اصل بس یہ خاکداں ہے
نہ جانا اُس غمِ شیریں کو ہم نے
بلند افکار جس کی روح و جاں ہے

مگو با من خدائے ما چنیں کرد
کہ شستن می تواں از دامنش گرد
تہ و بالا کُن ایں عالم کہ در وے
قمارے می برد از مرد نامرد!

جھٹک دے گرد یہ دامن سے اُسکے
خدا سے چھوڑ یہ شکوہ طرازی
تہ و بالا یہ عالم کر کہ جس میں
اُڑا لے مرد سے نامرد بازی!

بروں کن کینہ را از سینۂ خویش
کہ دودِ خانہ از روزن بروں بہ
زِ کشتِ دل مدہ کس را خراجے
مشو اے دہ خدا غارت گرِ دہ!

نہ دے دل میں جگہ کینہ کو اصلا
دھنُواں یہ گھر سے باہر ہو تو اچھا
خراجِ کشتِ دل مت دے کسی کو
نہ بن اے دِہ خدا! غارت گر اس کا!

سحر ہا در گریبانِ شبِ اوست
دو گیتی را فروغ از کوکبِ اوست
نشانِ مردِ حق دیگر چہ گویم
چو مرگ آید تبسم برلبِ اوست

گریبانِ شب اُس کا صبح پرور
دو عالم اس کے کوکب سے منوّر
نشانی مردِ مومن کی یہی ہے
تبسّم ہو بوقتِ مرگ لب پر!

(۷)

بہ بادِ صبحدم شبنم بنالید
کہ دارم از تو اُمیدِ نگاہے!
دلم افسردہ شد از صحبتِ گُل
چناں بگزر کہ ریزم برگیاہے

کہا شبنم نے رو رو کر صبا سے
کہ مجھکو تجھ سے اُمیدِ وفا ہے
نہ راس آئی مجھے یہ صحبتِ گل
گرا دے گھاس پر تو اک عطا ہے

(٨)

# دل

دل آں بحر است کو ساحل نورزد
نہنگ از صحبتِ موجش بلرزد
از آں سیلے کہ صد ہاموں بگیرد
فلک بایک حبابِ او نیرزد

یہ دل ہے بحرِ ناپیدا کرانہ
نہنگ اس کے تلاطم سے ہیں لرزاں
فلک اک بلبلہ ہے اس کے نزدیک
پُر آشوب اس قدر ہیں اُس کے طوفاں

○

دلِ ما آتش و تن موجِ دودش
تپید دم بہ دم سازِ وجودش
بہ ذکرِ نیم شب جمعیّتِ او
چو سیمابے کہ بندد چوبِ عودش

ہمارا دل ہے آتش، تن دھنواں ہے
اسی کے ساز سے ہر شئے ہے سوزاں
قرار اس کو ہے ذکرِ نیم شب میں
کہ جیسے عود پر پارہ ہو رقصاں۔

زمانہ کارِ اُو را می برد پیش
کہ مردِ خود نگہدار است درویش
ہمیں فقر است و سلطانی کہ دل را
نگہ داری چو دریا گوہرِ خویش

زمانہ اس کے آگے ہے نگوں سار
کہ ہے درویش مردِ خود نگہدار
یہی ہے فقر و سلطانی کہ دل ہو
مثالِ دُر، میانِ بحرِ ذخار

نہ نیروئے خودی را آزمودے
نہ بند از دست و پائے خود کشودے
خرد زنجیر بودے آدمی را
اگر در سینۂ اُو دل نہ بودے!

خودی کی قوتوں کو آزماتا!!
نہ اپنا کوئی بندھن اُس سے کھلتا!
خرد زنجیر تھی انساں کے حق میں
اگر سینہ میں اُس کے دل نہ ہوتا!

○

تو می گوئی کہ دل از خاک و خوں است
گرفتار طلسم کاف و نوں است
دلِ ما گرچہ اندر سینۂ ما است!
ولیکن از جہانِ ما بروں است

کہا تو نے کہ یہ دل خاک و خوں ہے
گرفتارِ طلسم کاف و نوں ہے
ہمارا دل ہے گو سینہ کے اندر
مگر بیرونِ ایں دنیائے دوں ہے

○

جہانِ مہر و مہ زنّاریِ اوست
کشادِ ہر گرہ از زاریِ اوست
بیا مے دہ زمن ہندوستاں را
غلام آزاد از بیداریِ اوست

مہ و خورشید زنّاری ہیں اُس کے
گرہ بکشا ہے اس کی آہ وزاری
سنا دو ہندیوں کو میرا پیغام
غلامی دشمن اس کی ہوشیاری

○

من و تو کشتِ یزداں حاصل است ایں
عروسِ زندگی را محمل است ایں
غبارِ راہ شد دانائے اسرار
نہ پنداری کہ عقل است ایں، دل است ایں!

میں اور تو کشتِ یزداں، دل ہے حاصل
عروسِ زندگی کو ہے یہ محمل
غبارِ رہ ہوا دانائے اسرار
خرد اس کو نہ سمجھو، یہ تو ہے دل!

○

گہے جوئندۂ حسنِ غریبے
خطیبے! منبرِ اُو از صلیبے!
گہے سلطانِ با خیل و سپاہے
ولے از دولتِ خود بے نصیبے!

کبھی جوئندۂ حسن و محبت
کبھی منبر پہ جویائے صداقت
کبھی سلطانِ تاج و گنج و لشکر
مگر پائی نہ اُس نے دل کی دولت!

○

جہانِ دل جہانِ رنگ و بو نیست
درو پست و بلند و کاخ و کو نیست
زمین و آسمان و چارسو نیست
دریں عالم بجز اللہ ھو نیست

جہانِ دل نہ دیرِ رنگ و بو ہے
نہ یہ پست و بلند و کاخ و کو ہے
زمین و آسماں نے چار سو ہے
کہ یہ عالم فقط اللہ ھو ہے

○

نگہہ دید و خرد پیمانہ آورد
کہ پیماید جہانِ چار سو را!
مئے آشامے کہ دل کردند نامش
بخویش اندر کشید ایں رنگ و بو را

نگہہ دید اور خرد پیمانہ لائی
کہ ناپے اس جہانِ چار سو کو!
وہ مئے آشام جس کا نام ہے دل
سمولے خود میں سارے رنگ و بو کو

محبت چیست تاثیرِ نگاہے است
چہ شیریں زخمے از تیرِ نگاہے است
بہ صیدِ دل روی ؟ ترکش بینداز
کہ ایں نخچیر نخچیرِ نگاہے است

محبت کیا ہے؟ تاثیرِ نظر ہے
بڑا پُر لطف یہ تیرِ نظر ہے
اگر لینا ہے دل تو پھینک ترکش
کہ یہ نخچیر، نخچیرِ نظر ہے

(۹)

# خودی

خودی روشن زِ نورِ کبریائی ست
رسائی ہائے او از نارسائی ست!
جدائی از مقاماتِ وصالش
وصالش از مقاماتِ جدائی ست

خودی روشن ہے نورِ کبریا سے
رسائی ساز اُس کی نارسائی
جدائی پر ہے اس کی پرتو وصل
وصال اس کا ادا دانِ جدائی

چو قومے در گذشت از گفتگو ہا
زِ خاکِ اوُ بروید آرزوُ ہا
خودی از آرزو شمشیر گردد
دمِ او رنگ ہا بَرد زِ بوُ ہا

اگر در گذرے ملت گفتگو سے
تو خاک اسکی تپاں ہو آرزو سے
خودی بنتی ہے تب وہ تیغِ عریاں
جدا جو رنگ کو کرتی ہے بوُ سے!

خودی را از وجودِ حق وجودے
خودی را از نمودِ حق نموُدے
نمی دانم کہ ایں تابندہ گوہر
کجا بودے اگر دریا نہ بوُدے

وجودِ حق سے ہستی ہے خودی کی
نمودِ حق سے جلوہ ہے خودی کا!
نہیں معلوم یہ تابندہ گوہر!!!
کہاں ہوتا اگر دریا نہ —— ہوتا!

دلے چوں صحبتِ گل می پذیرد
ہماندم لذتِ خوابش بگیرد
شود بیدار چوں "من" آفریند
چو "من" محکومِ تن گردد، بمیرد!

پسند آئے جو دل کو صحبتِ گل
تو ہو جائے وہ خواب آلود و غافل
کہے جب "میں" تو ہو بیدار و زندہ
جو ہو محکومِ تن تو موت حاصل!

وصالِ ما وصال اندر فراق است
کشودِ ایں گرہ غیر از نظر نیست
گہر گم گشتۂ آغوشِ دریاست
ولیکن آبِ بحر، آبِ گہر نیست

فراق آمیز ہے یہ وصل اپنا
علاج اس کا اگر ہے تو نظر ہے
گہر گم گشتۂ آغوشِ دریا
مگر کب آبِ بحر، آبِ گہر ہے؟

کفِ خاکے کہ دارم از درِ اوست
گل وریحانم از ابرِ ترِ اوست
نہ 'من' را می شناسم من نہ او را
ولے دانم کہ 'من' اندر برِ اوست

مرا گلشن اسی کے ابر کا فیض
مری مٹی اسی کے در کا مظہر
نہ "میں" کو میں نے پہچانا' نہ "اس" کو
یہی جانا کہ "میں" ہے "اس" کے اندر!

(۱۰)

## جبر و اختیار

یقیں دانم کہ روزے حضرتِ او
ترازوئے نہد ایں کاخ وکو را
ازاں ترسم کہ فردائے قیامت
نہ مارا سازگار آید نہ او را!

ترازوئے قیامت کا خدایا!
یقینِ پختہ و کامل ہے مجھ کو!
مگر ڈرتا ہوں' فردائے قیامت!
نہ مجھ کو راس آئے گی نہ تجھ کو!

بہ روما گفت با من راہبِ پیر
کہ دارم نکتۂ، از من فراگیر
کند ہر قوم پیدا مرگِ خود را!
ترا تقدیر و مارا کُشت تدبیر

کہا روما میں اک راہب نے مجھ سے
یہ اک نکتہ ہے تیرے حق میں اکسیر
مقرر موت ہر اک قوم کی ہے
تری تقدیر ہالک، میری تدبیر!

(۱۱)

## موت

شنیدم مرگ با یزداں چنیں گفت
چہ بے نم چشمِ آں کز گِل بزاید!
چو جانِ او بگیرم شرمسارم
ولے او رازِ مردن عار ناید

کہا یزداں سے یہ اک دن اجل نے
دہائی ہے، دہائی ہے، دہائی
خجل ہوں میں تو جاں آدم کی لے کر
مگر مرنے سے شرم اُس کو نہ آئی

ثباتش دہ کہ میرِ شش جہات است
بدستِ اوُ زمامِ کائنات است
نہ گردد شرمسار از خواریِ مرگ
کہ نامحرم زِ ناموسِ حیات است

زمامِ کار ہے ہاتھوں میں اُس کے
وہ میرِ شش جہت ہے اور فانی
کبھی مرنے سے شرم اس کو نہ آئی
کہ ناموسِ حیات اُس نے نہ جانی!

(۱۲)

## ابلیس سے!

بگو ابلیس را از من پیامے
تپیدن تا کجا در زیرِ دامے
مرا ایں خاکدانے خوش نیاید
کہ صبحش نیست جز تمہیدِ شامے

کہو ابلیس سے میرا یہ پیغام
تڑپنا کب تک آخر یوں تہِ دام
مجھے تو خاکداں یہ خوش نہ آیا
سحر پر بھی ہے جس کی پرتوِ شام

جہاں تا از عدم بیروں کشیدند
ضمیرش سرد و بے ہنگامہ دیدند
بغیر از جانِ ما سوزے کجا بود
ترا از آتشِ ما آفریدند!

عدم سے جب وجود آرا ہوا تھا
تو عالم سرد و بے ہنگامہ سا تھا
ہماری جاں نے اس کو سوز بخشا
ہماری آگ ہی سے تو اُٹھا تھا!

جدائیٔ شوق را روشن بصر کرد
جدائیٔ شوق را جوئندہ تر کرد
نمی دانم کہ احوالِ تو چوں است
مرا ایں آب و گل از من خبر کرد

جدائی سے جنوں روشن بصر ہے
جدائی سے جنوں جوئندہ تر ہے
نہیں معلوم تیرا حال کیا ہے
مجھے اس آب و گل سے سب خبر ہے

ترا از آستانِ خود براندند
رجیم و کافر و طاغوت خواندند
من از صبحِ ازل در پیچ و تابم
ازاں خارے کہ اندر دل نشاندند

نکالا تجھ کو اپنے آستاں سے
رجیم و کافر و طاغوت کہہ کر!
میں اس کانٹے سے ہوں بیتاب جسکو
کیا پیوست میرے دل کے اندر!

تو می دانی صواب و ناصوابم
نہ روید دانہ از کشتِ خرابم
نکردی سجدہ واز دردمندی
بخود گیری گناہِ بے حسابم

عیاں تجھ پر ہے سارا حال میرا
مری مٹّی سے اک دانہ نہ اٹھا
کیا سجدہ نہ تو نے اور میرے
گنہ کا بوجھ اپنے سر پہ رکھا!

Hasnain Sialvi

بیا تا نرد را شاہانہ بازیم
جہانِ چار سُو را در گداز یم
زِ افسونِ ہنر از برگِ کاہش
بہشتے ایں سوئے گردوں بسازیم

اٹھ اے ہمدم کہ پھر تڑپا کے رکھ دیں
گدازِ دل سے یہ دنیائے فانی!
بنائیں اپنے افسونِ ہنر سے
زمیں پر اک بہشتِ جاودانی!

(۱۳)

# ابلیسِ خاکی و ابلیسِ ناری

فسادِ عصرِ حاضر آشکار است
سپہر از زشتئ او شرمسار است
اگر پیدا کُنی ذوقِ نگاہے
دو صد شیطاں ترا خدمتگزار است

فسادِ عصرِ حاضر ہے نمایاں
کہ ہے خود شرمسار اس سے فلک بھی!
اگر ذوقِ نگہہ پیدا کرے تو
ہزار ابلیس ہیں خدمت میں تیری

○

بہ ہر سُو رہ زنانِ چشم و گوش اند
کہ در تاراجِ دل ہا سخت کوش اند
گراں قیمت گنا ہے یا پشیزے
کہ ایں سوداگراں ارزاں فروش اند

بہ ہر سُو رہزنانِ ہوش ہیں جو
پئے تاراجِ دل ہیں سخت کوشاں
گراں قیمت گنہ سے نابلد ہیں!
کہ سوداگر ہیں یہ ارزاں فروشاں

○

چہ شیطانے خرامش واژگونے
کند چشمِ ترا کوُر از فسُونے!
من اُو را مردہ شیطاں می شمارم
کہ گیرد چوں تو نخچیرے زبونے!

وہ شیطاں تجھ پہ اب جس کا فسوں ہے
خرام اس کا سراسر واژگوں ہے!
مرے نزدیک وہ شیطاں ہے مردہ
کہ جس کا تجھ سا نخچیرِ زبوں ہے

چہ زہرابے کہ در پیمانۂ اوست
گشد جاں را و تن بیگانۂ اوست
تو بینی حلقۂ دامے کہ پیداست
نہ آں دامے کہ اندر دانۂ اوست

بھرا ہے زہر پیمانے میں اُس کے
فسونِ مرگ افسانے میں اُس کے
عیاں ہر دام دیکھا تو نے، لیکن
ہے اک دام اور بھی دانے میں اُس کے!

بشر تا از مقامِ خود فتاد است
بقدرِ محکمی او را کُشاد است
گنہ ہم می شود بے لذت و سرد
اگر ابلیسِ تو خاکی نہاد است

اگر ہو جائے انساں کچھ فرو تر
کُشاد اُس کی بقدرِ محکمی ہے
گنہ بھی سرد ہو جاتا ہے، گر کچھ
نہاد ابلیس کی خاکستری ہے

O

مشو نخچیرِ ابلہانِ این عصر
خساں را غمزۂ شاں سازگاراست
اصیلاں را ہماں ابلیس خوشتر
کہ یزداں دیدہ و کامل عیاراست

نہ بن نخچیرِ ابلہانِ حاضر
ہلاک غمزۂ کم ہمت ہیں جن کے
اصیلوں کو وہی ابلیس خوشتر
جو حق دیدہ ہے کامل فن میں اپنے

O

حریفِ ضربِ او مردِ تمام است
کہ آں آتش نسب والامقام است
نہ ہر خاکی سزاوارِ نخ اوست!
کہ صیدِ لاغرے بروے حرام است

حریفِ ضرب اس کا مردِ کامل
کہ وہ والا مقام، آتش نسب ہے
ہراک خاکی نہیں ہے اُس کے شایاں
شکارِ لاغر اس کا صید کب ہے!

○

زِ نہمِ دُوں نہاداں گرچہ دُور است
ولے ایں نکتہ را گفتن ضرور است
بہ ایں نوزاد ابلیساں نہ سازد
گنہ گارے کہ طبعِ او غیور است

اگرچہ دُوں نہاد اس کو نہ سمجھیں
ضروری سا ہے لیکن اس کا اظہار
نہ ہوا ان خام ابلیسوں کا دمساز
جو غیرت مند ہو طبعِ گنہ گار!

# بہ یارانِ طریق

بیا تا کارِ ایں اُمّت بسازیم
قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجدِ شہر
کہ دل در سینۂ مُلّا گدازیم

○

بتائیں کام اس اُمت کے آجا
جو مردانہ کھیلیں زندگی کا!
کچھ ایسے درد سے مسجد میں روئیں!
پگھل جائے دلِ بے سوزِ مُلاّ!

(۱)

قلندر جرّہ بازِ آسماں ہا
بہ بالِ او سبک گردد گراں ہا
فضائے نیلگوں نخچیر گاہش
نمی گردد بگردِ آشیاں ہا

قلندر جرّہ بازِ آسماں ہے
سبک اسکے لئے ہر اک گراں ہے
کہ اُس کی صید گہہ ہے چرخِ نیلی
طواف اُس کا نہ گردِ آشیاں ہے

زِ جانم نغمہ اللہ ھوٗ ریخت
چو گرد از رختِ ہستی چار سو ریخت
بگیر از دستِ من سازے کہ تارش
زِ سوزِ زخمہ چوں اشکم فرو ریخت

رگ و پے میں مری اللہ ھوٗ ہے
پریشاں گرد جس کی چار سو ہے
سنبھال اب ساز یہ میرا کہ جس کا
ہر اک تارِ گسستہ سو بہ سو ہے

○

چو اشک اندر دلِ فطرت تپیدم
تپیدم تا بہ چشمِ او رسیدم
درخشِ من زِ مژگانش تواں دید
کہ من بر برگِ کاہے کم چکیدم

دلِ فطرت میں اشک آسا تپاں ہوں
ہوئی تب مجھ پہ چشمِ لطفِ جاناں
مری رخشندگی مژگاں پر اُس کی
کہ برگِ کہ نہیں ہے میرے شایاں!

○

مرا از منطق آید بوئے خامی
دلیلِ او دلیلِ ناتمامی
بروئیم بستہ در ہا می کشاید
دو بیت از پیرِ رومیؒ یا ز جامیؒ

مجھے منطق سے آئی بوئے خامی
دلیل اُس کی دلیلِ ناتمامی
بہت سے در کئے وا اس نے مجھ پر
خوشا یہ شعرِ رومیؒ، بیتِ جامیؒ

○

بیا از من بگیر آں دیر سالہ
کہ بخشد روح با خاکِ پیالہ
اگر آبش دہی از شیشۂ من
قدِ آدم بروید شاخِ لالہ

مرے خُم میں ہے مئے اک دیر سالہ
کہ جس سے زندہ ہو خاکِ پیالہ
مرے شیشہ سے دیں گر اس کو پانی
تو لائے قدِ آدم شاخِ لالہ!

○

بدستِ من ہماں دیرینہ چنگ است
درونش لالہ ہائے رنگ رنگ است
ولے بنوازمش با ناخنِ شیر!
کہ اُو را تار از رگ ہائے سنگ است

وہی اک چنگ ہے ہاتھوں میں میرے
نہاں جس میں ہیں رنگیں پھول کتنے
مگر ہے ناخنِ شیر اس کو درکار
کہ ہیں پتھر کی رگ سے تار اس کے!

بگواز من بہ پرویزانِ ایں عصر
نہ فرہادم کہ گیرم تیشہ در دست
زِ خارے کو خلد در سینۂ من!
دلِ صد بے ستوں را می تواں خست

یہ پرویزانِ حاضر کو سنا دو
نہیں ہوں میں کوئی تیشہ سنبھالے
کہ میرے دل میں وہ کانٹا ہے پیوست
دلِ صد بے ستوں جو چیر ڈالے!

فقیرم سازو سامانم نگاہیست
بچشمم کوہِ یاراں برگِ کاہیست
زِ من گیر ایں کہ زاغِ دخمہ بہتر
از آں بازے کہ دست آموزِ شاہیست

فقیروں کا تو سرمایہ نگہ ہے
مجھے کوہِ گراں بھی برگِ کہہ ہے
ہے اُس شاہیں سے زاغِ دخمہ بہتر
وہ شاہیں جو کہ دست آموزِ شہ ہے

ه پارسیوں کا قبرستان ه بادشاہ کا سدھایا ہوا۔

دِرِ دل را بروئے کس نہ بستم
نہ از خویشاں نہ از یاراں گسستم
نشیمن ساختم در سینۂ خویش
تہِ ایں چرخِ گرداں خوش نشستم

کسی سے میں نے اپنا منہ نہ موڑا
نہ یاروں کو نہ اخیاروں کو چھوڑا
بنایا اپنے سینہ میں نشیمن!
قرار و عافیت سے ربط جوڑا

دریں گلشن نہ دارم آب و جاہے
تصیبم نے قبائے، نے کلاہے
مرا گل چیں بد آموزِ چمن خواند
کہ دادم چشمِ نرگس را نگاہے

کُلہ دی اور نہ خلعت مجھ کو بخشی
نہ آب و جاہ ہے قسمت میں میری
بد آموزِ چمن کہتے ہیں مجھ کو
کہ میں نے چشمِ نرگس کو نظر دی

○

دو صد دانا دریں محفل سخن گفت
سخن نازک تراز برگِ سمن گفت
ولے با من بگو آں دیدہ ورکیست
کہ خارے دید و احوالِ چمن گفت

ہر اک دانا یہاں گرمِ سخن ہے
سخن نازک تراز برگِ سمن ہے
مگر وہ کون ہے جو دیکھ کر خار
یہ بتلا دے کہ کیا رنگِ چمن ہے

○

ندانم نکتہ ہائے علم و فن را
مقامِ دیگرے دادم سخن را
میانِ کارواں سوز و سرورم
سبک پے کرد پیرانِ کہن را

نہ سمجھا نکتہ ہائے علم و فن کو
مقام اک اور ہی بخشا سخن کو
سرور و سوز میرا کارواں میں
سبک پے کرتا ہے پیرِ کہن کو

نہ پنداری کہ مرغِ صبح خوانم
بجز آہ و فغاں چیزے ندانم
مدہ از دست دامانم کہ یابی
کلیدِ باغ را در آشیانم

سمجھ مرغِ سحر خواں ہی نہ مجھ کو
کہ جس کا کام بس آہ و فغاں ہے
کلیدِ باغ ہے پوشیدہ جس میں
وہ اے ناداں! مرا ہی آشیاں ہے

بہ چشمِ من جہاں جز رہگزر نیست
ہزاراں رہرو و یک ہم سفر نیست
گزشتم از ہجومِ خویش و پیوند
کہ از خویشاں کسے بیگانہ تر نیست

مرے نزدیک دنیا رہ گزر ہے
یہاں پر کون کس کا ہم سفر ہے
بالآخر میں نے سب اپنوں کو چھوڑا
کہ جو اپنا ہے وہ بیگانہ تر ہے

○

بہ ایں نابود مندی بودن آموز
بہائے خویش را افزودن آموز
بیفت اندر محیطِ نغمۂ من!
بہ طوفانم چو دُر آسودن آموز

بہ ہونابود، درسِ زندگی سیکھ
رموزِ خودشناسی، خودگری سیکھ
مرے نغمات کے طوفاں میں گھِر کر
مثالِ دُر سکوں آمادگی سیکھ

○

کہن پروردۂ ایں خاکدانم!
ولے از منزلِ خود دل گرانم
دمیدم گرچہ از فیضِ نم او
زمیں را آسمانِ خود ندانم

کہن پروردہ ہوں اس خاکداں کا
مگر ہوں اس سے دل برداشتہ سا
بڑھا گرچہ اُسی کے فیض سے میں
زمیں کو آسماں اپنا نہ سمجھا!

○

نہ دانی تا نہ باشی محرمِ مرد
کہ دل ہا زندہ گردد از دمِ مرد
نگہدارد زِ آہ و نالہ خود را
کہ خود دار است چوں مرداں غمِ مرد

وہ کیا سمجھے نہیں جو محرمِ مرد
دلوں کو زندہ کرتا ہے دمِ مرد
بچاتا ہے ہر آہِ غم سے خود کو
کہ ہے خود دار، مردوں سا غمِ مرد

○

نگاہے آفریں، جاں در بدن بیں
بشاخاں نادمیدہ یاسمن بیں
وگرنہ مثلِ تیرے در کمانے
ہدف را با نگاہِ تیرزن بیں!

نگہہ پیدا کر اور یہ جان و تن دیکھ
شجر پر نادمیدہ یاسمن دیکھ
وگرنہ مثلِ تیرِ نیم کش تو
ہدف کو با نگاہِ تیرزن دیکھ!

○

خرد بیگانۂ ذوقِ یقین است
قمارِ علم و حکمت بدنشین است
دو صد بو حامد و رازی نیرزد
بہ نادانے کہ چشمش راہ بیں است

خرد بیگانۂ ذوقِ یقیں ہے
قمارِ علم و حکمت بدنشیں ہے
دو صد رازی نہیں کچھ اسکے آگے
وہ ناداں آنکھ جس کی راہ بیں ہے

○

قماش و نقرہ و لعل و گہر چیست
غلامِ خوش گِل و زرّیں کمر چیست
چو یزداں از دو گیتی بے نیاز زند
دگر سرمایۂ اہلِ ہنر چیست

نہ سیم و زر ہے نے لعل و گہر ہے
نہ کوئی بندۂ زرّیں کمر ہے
خدا سے ہم نے پائی بے نیازی
یہی سرمایۂ اہلِ ہنر ہے

○

خودی را نشۂ من عینِ ہوش است
ازاں مئے خانۂ من کم خروش است
مئے من گرچہ ناصاف است، درکش!
کہ ایں تہ جرعۂ خم ہائے دوش است

مری بزمِ خودی بے شور و شورش
مرا نشّہ ہے عینِ ہوش و تمکیں
مری مئے گرچہ ہے ناصاف، پی جا
یہ ہے تہ جرعۂ خم ہائے دوشیں

○

ترا با خرقہ و عمّامہ کارے
من از خود یافتم بوئے نگارے
ہمیں یک چوبِ نے سرمایۂ من
نہ چوبِ منبرے، نے چوب دارے

تجھے ہے کام عمّامہ سے یکسر!
میں خوش ہوں خود سے بوئے یار پا کر
یہی اک چوبِ نے سرمایہ میرا
نہ چوب دار ہے، نے چوبِ منبر

○

چو دیدم جوہرِ آئینۂ خویش
گرفتم خلوت اندر سینۂ خویش
ازیں دانشورانِ کور و بے ذوق
رمیدم با غمِ دیرینۂ خویش

نظر آیا ہے جب آئینہ اپنا
بنا خلوت مری خود سینہ اپنا
یہ دانشور ہیں سب بے ذوق یعنی
بڑی شئے ہے غمِ دیرینہ اپنا

○

چو رختِ خویش بر بستم ازیں خاک
ہمہ گفتند با ما آشنا بود!
و لیکن کس ندانست ایں مسافر
چہ گفت و با کہ گفت و از کجا بود!

جب اس دنیا سے باندھا میں نے ساماں
تو سب بولے کہ ہم سے آشنا تھا!
نہ جانا یہ کسی نے بھی کہ یہ شخص!
مخاطب کس سے تھا، کیا کہہ رہا تھا

(۲)

اگر دانا دل و صافی ضمیر است
فقیرے با تہی دستی امیر است
بدوشِ منعمِ بے دین و دانش!
قبائے نیست، پالانِ حریر است

ملے دانا دلی، صافی ضمیری
تو ممکن ہے فقیری میں بھی میری
بدن پر منعمِ بے فہم و دیں کے
قبا ہے ایک پالانِ حریری!

(۳)

سجودے آوری دارا و جم را
مکن اے بے خبر رسوا حرم را
مبر پیشِ فرنگی حاجتِ خویش
زِ طاقِ دل فرو ریز ایں صنم را

نہ کر تو سجدہ یوں دارا و جم کو
نہ کر اے بے خبر رُسوا حرم کو!
نہ کہہ افرنگیوں سے حاجت اپنی
گرا دے طاقِ دل سے اس صنم کو

○

شنیدم بیتکے از مردِ پیرے
کہن فرزانۂ روشن ضمیرے
اگر خود را بہ ناداری نگہداشت
دو گیتی را بگیرد آں فقیرے

سُنی اک پیر سے یہ بیت میں نے
درخشاں جس کی ہے روشن ضمیری
بچا کر خود کو ناداری میں رکھّے
تو سلطانِ دو عالم ہے فقیری

○

نہاں اندر دو حرفے سِرّ کار است
مقامِ عشق منبر نیست، دار است
براہیماں زِ نمروداں نترسند!
کہ عودِ خام را آتش عیار است

مقامِ عشق ناداں! دار ہی ہے
غلط سمجھا کہ سمجھا اُس کو منبر!
ڈرے نمرود سے کیونکر براہیمؑ
عیارِ عودِ خام آتش ہے یکسر!

○

مجو از لالہ از کس غم گساری
چو من خواہ از درونِ خویش یاری
بہر بادے کہ آید سینہ بکشائے
نگہدار آں کہن داغے کہ داری

نہ ڈھونڈ اے گل! کسی سے غم گساری
ہماری طرح رکھ تو خود سے یاری
ہر اک جھونکے پہ کر دے چاک سینہ
نہ کھو، لیکن، یہ دل کی داغ داری!

○

زپیرے یاد دارم ایں دو اندرز
نہ باید جز بہ جانِ خویشتن زیست
گریز از پیش آں مردِ فرودست
کہ جانِ خود گرد کرد و بہ تن زیست

کہا اک پیر نے مجھ سے یہ نکتہ
کہ ناممکن ہے جینا صرف تن سے
حذر اس سے کہ جو مردِ فرودست
گرد جاں کر کے جیتا ہو بدن سے!

○

بہ ساحل گفت موجِ بے قرارے
بہ فرعونے کنم خود را عیارے
گہے بر خویش می پیچم چو مارے
گہے رقصم بہ ذوقِ انتظارے

کہا ساحل سے یہ اک موج نے کل
کہ میں فرعون کے حق میں ہوں طوفاں
کبھی رقصندہ اس کی منتظر ہوں
کبھی ہوں میں مثالِ مارِ پیچاں

○

اگر ایں آب و جاہے از فرنگ است
جبینِ خود منہ جز بر درِ اُو!
سُریں راہم بہ پوشش دہ کہ آخر
حقے دارد بہ خر پالان گرِ اوُ!

یہ آب و جاہ ہے فیضانِ افرنگ
تو ہو جا اُس کے در پر جبہ فرسا!
جھکا دے پشت بھی آگے کہ آخر
خروں پر حق ہے کچھ پالاں گروں کا!

فرنگی را دلے زیرِ نگیں نیست
متاعِ او ہمہ ملک است دیں نیست
خداوندے کہ در طوفِ حریمش
صد ابلیس است و یک روح الامیںؑ نیست

فرنگی کے نہ دل زیرِ نگیں ہے
فقط ہے ملک اس کا، دیں نہیں ہے
ہزار ابلیس ہیں گردش میں اُس کی
نہیں ہے کوئی تو روح الامیںؑ ہے

(۴)

من و تو از دل و دیں ناامیدیم
چو بوئے گل ز اصلِ خود رمیدیم
دلِ ما مُرد و دیں از مردنش مرد
دو تا مرگے بہ یک سودا خریدیم

دل و دیں سے ہے ہم کو ناامیدی
ہمیں ہے مثلِ گل خوئے رمیدی
مرا جب دل تو زیدی دیں نے بھی جاں
یہ دُہری موت ہم نے یوں خریدی!

○

مسلمانے کہ داند رمزِ دیں را
نساید پیشِ غیر اللہ جبیں را
اگر گردوں بہ کامِ اوٗ نہ گردد
بہ کامِ خود بگرداند زمیں را

مسلماں جان لے گر رمزِ دیں کو
نہ رکھے پیشِ غیر اللہ جبیں کو
اگر گردوں نہیں اُس کا ہم آہنگ
تو لے آتا ہے گردش میں زمیں کو

○

دلِ بیگانہ خوٗ زیں خاکداں نیست
شب و روزش زِ دورِ آسماں نیست
تو خود وقتِ قیامِ خویش دریاب
نمازِ عشق و مستی را اذاں نیست

دلوں کی اصل کب یہ خاک داں ہے
نہ روز و شب نہ دورِ آسماں ہے
تو خود وقتِ قیام اب ڈھونڈ اپنا
نمازِ عشق و مستی بے اذاں ہے!

○

مقامِ شوق بے صدق و یقیں نیست
یقیں بے صحبتِ روح الامیں نیست
گر از صدق و یقیں داری نصیبے
قدم بیباک نہ، کس در کمیں نیست

مقامِ شوق ہے صدق و یقیں میں
یقیں ہے صحبتِ روح الامیں میں
تجھے حاصل اگر صدق و یقین ہے
تو بڑھتا جا، نہیں کوئی کمیں میں

○

مسلماں را ہمیں عرفان و ادراک
کہ در خود فاش بیند رمزِ لولاک
خدا اندر قیاسِ ما نگنجد
شناس آں را کہ گوید ماعرفناک

یہی مومن کا ہے عرفان و ادراک
کہ دیکھے اپنے اندر رمزِ لولاک°
خدا کیا فہم میں آئے گا، پہچان
اُسے جو کہہ گیا ہے ماعرفناک°°

° تلمیح بحدیث لولاک لما خلقت الافلاک
°° تلمیح بحدیث ما عرفناک حق معرفتک

○

بہ افرنگی بتاں خود را سپردی
چہ نامردانہ در بت خانہ مردی
خرد بیگانۂ دل، سینہ بے سوز
کہ از تاکِ نیاگاں مے نخوردی

کیا خود کو سپردِ کم عیاراں
ہراساں ہو کے بتخانہ میں دی جاں
خرد بیگانہ دل سے سینہ بے سوز
نہ پی تو نے مئے تاکِ نیاگان

نہ ہرکس خود گر و ہم خود گداز است
نہ ہرکس مستِ ناز اندر نیاز است
قبائے لا الہ خونیں قبائے ست
کہ بر بالائے نامرداں دراز است

نہ ہراک میں گداز و خودگری ہے
نہ ہراک شخص مست نازہی ہے
قبائے لا الہ خونیں قبا ہے!
کہ نامردوں کے جسموں پر بڑی ہے

○

بسوزد مومن از سوزِ وجودش
کشودش ہر چہ بستند از کشودش
جلالِ کبریائی، در قیامش!
جمالِ بندگی اندر سجودش

اسی کے سوز سے مومن ہے سوزاں
اسی میں ہیں کشائش کے سب امکاں
قیام اس کا جلالِ کبریائیؔ
جمالِ بندگی سجدوں میں پنہاں

آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے
ہیں مزید اس طرح کی شان دار،
مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے
ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

ایڈمن پینل

عبداللہ عتیق : 03478848884
سدرہ طاہر : 03340120123
حسنین سیالوی : 03056406067



چه پرسی از نمازِ عاشقانه
رکوعش چوں سجودش محرمانه
تب و تابے بیکے اللّٰہ اکبر
نه گنجد در نمازِ پنجگانه !!

عجب شئے ہے نمازِ عاشقانه
رکوع و سجدہ اس کے محرمانه
اُس اک اللہ اکبر کے برابر
نہیں تیری نمازِ پنجگانه

دو گیتی را صلا از قرأتِ اوست
مسلماں لایموت از رکعتِ اوست
ندانند کشتۂ ایں عصرِ بے سوز!
قیامت ہا کہ در قدّ و قامتِ اوست

دو عالم کو صلا ہے اُس کی قرأت
بنائے لایموت اک اس کی رکعت
کہاں سمجھے گا یہ فرزندِ تہذیب
جو قد و قامت میں ہے اُس کے قیامت

(۵)

فرنگ آئینِ رزاقی بداند
بہ ایں بخشد از و وامی ستاند
بہ شیطاں آنچناں روزی رساند
کہ یزداں اندر آں حیراں بماند

فرنگ آئینِ رزاقی میں کامل
اسے پہنائے کر کے اس کو عریاں
عطا کرتا ہے یوں شیطاں کو روزی

○

چہ حاجت طول دادن داستاں را
بہ حرفے گویم اسرارِ نہاں را
جہانِ خویش با سوداگراں داد
چہ داند لامکاں قدرِ مکاں را

غلط ہے طول دینا داستاں کو
سنا دوں مختصر سرِّ نہاں کو
جہاں دے بیٹھا اپنا تاجروں کو
مکاں کی قدر ہو کیا لامکاں کو

○

بہشتے بہرِ پاکانِ حرم ہست
بہشتے بہرِ اربابِ ہمم ہست
بگو ہندی مسلماں را کہ خوش باش
بہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

بہشت اک بہرِ پاکانِ حرم ہے
بہشت اک بہرِ عالی ہمتی ہے
کہو ہندی مسلماں سے کہ خوش باش
بہشت اک فی سبیل اللہ بھی ہے

( ٦ )

قلندر میلِ تقریرے ندارد
بجز ایں نکتہ اکسیرے ندارد
ازاں کشتِ خرابے حاصلے نیست
کہ آب از خونِ شبیرؓ ے ندارد

قلندر کو نہیں ہے شوق تقریر
یہ اک نکتہ ہے حق میں اُس کے اکسیر
کہ اُس کھیتی کا حاصل کچھ نہیں ہے
نہ ہو پانی میں جس کے خونِ شبیرؓ

Form No. ]                                        Book No............

**UNIVERSITY LIBRARY, ALLAHABAD**

Date Slip

The borrower must satisfy himself before leaving the counter about the condition of the book which is certified to be complete and in good order. The last borrower is held responsible for all damages.

An overdue charge will be charged if the book is not returned on or before the date last stamped below.